

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



زیر سرپرستی:

شاہ محمد افضل

قادی چشتی (صابری نظامی) قلندری
(المعروف "افضل سرکار")

پبلشرز:

حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ

ملنے کا پتہ:

۶۷-۶۸ اورینٹل ہاؤسنگ سوسائٹی، بلاک ۷/۸، کراچی

۸۳۳۹۹

تاریخ اشاعت :

ربیع الاول ۱۴۱۵ھ (اگست ۱۹۹۴ء)

تعداد ————— (بار اول) ————— دو ہزار

محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

تعداد ————— (بار دوم) ————— ایک ہزار

تعداد ————— (بار سوم) رجب ۱۴۲۱ھ اکتوبر ۲۰۰۰ء ————— دو ہزار

مطبع :

الافضل گرافکس

ایم اے جناح روڈ - کراچی فون: ۲۶۲۹۹۰۵

ترتیب

- ۶ ————— مناجات
- ۹ ————— اظہارِ تشکر
- ۱۰ ————— گزارش
- ۱۱ ————— نصوحی توبہ
- ۲۰ ————— عزائیل کا گناہِ عظیم کا مرکب ہونا اور راندہٴ بارگاہِ ربِّ العزت ہونا۔
- ۳۰ ————— توبہ کے بارے میں
- ۳۹ ————— گناہ کے بارے میں
- ۴۴ ————— گناہ سے کیسے بچا جائے
- ۵۸ ————— زہد و تقویٰ اور محاسبہٴ نفس سے توبہ کی حفاظت کرو۔
- ۶۳ ————— توبہ و استغفار کے بارے میں چند ارشاداتِ ربّانی
- ۶۹ ————— استغفار اور توبہ کے بیان میں چند احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)
- ۷۸ ————— نصوحی توبہ کے چند ایمان افروز واقعات
- ۸۶ ————— نفس کے بارے میں چند حکایات
- ۹۱ ————— حکایات شیطانِ رحیم کے بارے میں
- ۹۷ ————— اللہ تعالیٰ کی رحیمی و کریمی و بخشش کے چند ایمان افروز واقعات۔
- ۱۰۲ ————— تہمتہ

مناجات

اے اللہ کریم! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے اُمیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پکارا۔ تو نے ہماری پکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلہ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اُس مشکل سے نجات دی۔ تو کریم المعروف ہے۔ قدیم الاحسان ہے۔ حنان و منان و دیان ہے۔ ذوالجلال والاکرام ہے اور علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور کُنْ فِیْکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری یہ عاجز بندی یہ حقیر سی کاوش ” نصوحی توبہ“ کی صورت میں تیری بارگاہِ عالی میں پیش کرتی ہے اسے شرفِ قبولیت عطا فرما اور جو لوگ اس کو پڑھ کر سچے دل سے توبہ کریں تو انکی توبہ کو قبول فرما اور انکو توبہ پہ قائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔ ہم سب خاطی اور عاصی ہیں۔ ہم خطا ہی خطا ہیں تو کرم ہی کرم ہے۔ اپنے بجر کرم میں ڈبو کر پاک صاف کر دے اور ہماری عاقبت بخیر فرما۔ ہم امیدوار ہیں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین! جو جو میری خامیاں ہیں ان کو درگزر فرما۔ میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مرادیں پوری فرما۔ انکو دین کی بھلائی عطا فرما۔ ان کو اپنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ وظیفہ کے پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کر لے بلکہ اُس میں ایسا ذوق و شوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوائے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیرِ غور سے پڑھے۔ اُس کے بعد

اُس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیت
سے کہ تو اور تیرے حبیب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس سے رضی
ہو جائیں۔ آمین!

دُعاگو اور دُعاگو:

بیگم راشدہ صدیقی

قادری - چشتی - صابری - عارفی

المعروف رابعہ ثانی

اظہارِ تشکر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں جنہوں نے داعمے، درمے، سخنے، اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلائے ناگہانی، آفت، مُصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر و فکر اور نماز سے غفلت سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین۔

بیگم راشدہ صدیقی
قادری - چشتی - صابری - عارفی
المعروف رابعہ ثانی

گزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے ازراہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجئے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

عرض گزار

بیگم راشدہ صدیقی
قادری - چشتی - صابری - عارفی
المعروف رابعہ ثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ ۝ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى حَبِیْبِهِ الْكَرِیْمِ

نَصُوْحِي تُوْبَه

عزیزانِ من! (رُوحی بچوں سے خطاب)

گناہ کے معاملے میں انسان انتہائی بے بس ہے۔ اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود بھی جب گناہ اُس کو اپنی طرف کھینچتا ہے تو اُس کے عقل و شعور اور قلب و رُوح سب مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں اور اُسے کچھ ہوش نہیں ہوتا کہ یہ کتنا بڑا ظلم اپنی جان پر کرنے لگا ہے۔ ہاں جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں اور جو ہر وقت ایمان کی حالت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے ہیں اُن پر شیطان اور نفس کا کچھ بس نہیں چلتا وہاں پر یہ دونوں بُری طرح ذلیل ہوتے ہیں کیونکہ اُن کے کھیننے وار سے وہ کسی وقت بھی بے خبر نہیں ہوتے۔ وہ مسلسل نفس کے ساتھ جہاد کی حالت میں رہتے ہیں۔ اسی واسطے تلوار سے جہاد کرنیوالے سے نفس کے جہاد کرنیوالے کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واسطے تلوار کے جہاد کو جہادِ اصغر کہا اور نفس سے جہاد کو جہادِ اکبر کہا۔ یہ بندگانِ عالی اس حدیث شریف کو ہر وقت اپنے ذہن میں رکھتے ہیں کہ ”شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح جاری و

ساری ہے جس طرح خون جاری و ساری ہے۔“

وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو ایک لمحہ بھی نہیں بھولتے کہ ”شیطان کے نقش قدم پر مت چلو یہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔“ اور پھر یہ فرمایا۔ ”وہ اور اُس کا قبیلہ تم کو دیکھتے ہیں تم اُن کو نہیں دیکھ سکتے۔“

عجب طرفہ تماشا ہے کہ قلب معدن النخر ہے اور نفس منبع شر اور یہ دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ نفس شیطان کا ادنیٰ غلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب انبیاء بنی نوع انسان کی طرف وقتاً فوقتاً اپنا پیغامِ توحید دے کر بھیجے مگر کسی کو اپنے مشن میں کامیابی نہ ہوئی۔ پہلے وقتوں میں نبی ایک خاص قوم کے لئے بھیجے جاتے تھے پھر وقت آگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا اور ایک بلند مرتبہ مقدس کتاب بھی عطا کی گئی جس کا نزول وحی کے ذریعہ 23 برس کے قریب مکمل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے یہ شرف اور اعزاز آپ ہی کو بخشا کہ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے اندر ہی اپنے مشن کی شاندار تکمیل دیکھ لی۔

”توبہ“ کے موضوع سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ شیطان انسان کا اسقدر جانی دشمن کیوں بنا؟ ہمارے اور اس کے اس دُنیا میں آنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ نہ ہم اس دُنیا میں آتے اور نہ گناہ کرتے!

شیطان جنّات کی قوم سے ہے۔ معلّم الملکوت (فرشتوں کا اُستاد) ان الفاظ سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہو جاتا ہے کہ یہ بھی فرشتوں میں سے ہے۔ نہیں ایسا نہیں

ہے۔ اس کی تخلیق آگ سے ہے۔ یہ ناری ہے۔ فرشتوں کی تخلیق نور سے ہے۔
اس لئے وہ نوری ہیں۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ جنّات کی قوم نے زمین پر فساد مچایا تو شیطان نے
بارگاہِ ربُّ العزّت میں عرض کی کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس فتنہ کا
قلع قمع کر دوں۔ چنانچہ یہ اجازت عطا ہوئی اور اس نے اس فتنے کا خاتمہ کیا۔
اس کے عوض اس کو معلّم الملکوت بنایا گیا۔ علمی حیثیت سے یہ بہت علم والا اور
قابل تھا۔ اللہ تعالیٰ کا عاشق تھا اور بے حد عبادت گزار تھا۔

اب حضرت انسان کی کہانی کی طرف آئیے کہ کیا ہوا اور توبہ کی عظیم نعمت
کیسے عطا ہوئی۔ ایک روز ربُّ العزّت نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین پر
اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

جب فرشتوں نے یہ سنا تو یوں عرض کی۔ ”کیا تو ایسے کو نائب بنائے گا جو
ان میں فساد پھیلانے کا اور خونریزیاں کرے گا۔“

پھر اپنے بارے میں یوں عرض کیا:

”اور ہم تسبیح کرتے ہیں ساتھ تیری تعریف کے اور پاکی بولتے ہیں

واسطے تیرے۔“

ذرا ایک لمحے کے لئے رُک جائیے۔ اُس کی شانِ کبریا کی کو خیال میں لائیے

کسی کی مجال ہے کہ وہ اُس ذاتِ باری کے فیصلے پر کچھ کہنے کی جرأت کرے۔

کوئی دُنیا کا بادشاہ ہوتا تو اِن واحد میں کہنے والے کا ستر تن سے جُدا کر دیتا اور وہ

مشورہ کرنا اپنی شان اور اختیارات کی توہین سمجھتا۔ وہ صرف نادر شاہی حکم نہایت تکبر سے صادر کر دیتا۔ لیکن یہاں تو اس کی رحمی اور کریمی کے سمندر ہر وقت ٹھاٹھیں مارتے رہتے ہیں جس کا اظہار ربُّ العزت نے فرشتوں کے سامنے اپنے ارادہ قدسی کا اظہار فرما کر اور ان کا جواب اپنی رحمی و کریمی اور نہایت بُردباری سے سُن کر کیا اور یہ تو اس کا فیصلہ پہلے سے ہی تھا جو کہ عرشِ معلیٰ پر لکھا ہوا تھا۔

فیصلہ یہ تھا:

”سبقت لے گئی میری رحمت میرے غصے پر“

اب ربِّ کریم نے کیا پیارے رحیمانہ و کریمانہ انداز سے فرشتوں کو جواب دیا۔ فرمایا رب نے: ”تحقیق میں جانتا ہوں وہ جو تم نہیں جانتے“
عزیزانِ من! اگر تعقل و تفکر اور تدبیر سے کام لو تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ فرشتوں کو پہلے ہی معلوم تھا کہ حضرت انسان فساد پھیلائیکا اور خونریزیاں کرے گا۔ تو کیا اس سے اخذ کیا جائے کہ ان کو علمِ غیب تھا اور اس علمِ غیب کے جھگڑے نے تو اُمتِ مسلمہ کو پارہ پارہ کر رکھا ہے۔

ایک علمِ غیب ذاتی ہے اُس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کسی نبی یا مُرسل کو حاصل نہیں۔ اس کے علاوہ جو علومِ غیب ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے نظام چلانے کے لئے برگزیدہ ہستیوں کو دیئے ہوئے ہیں۔ وہ اُس کا اظہار بغیر ضرورت نہیں کرتے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو

خطاب کر کے فرمایا۔ ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو میرے علم پر طعن کرتے ہیں۔ پوچھو مجھ سے جو قیامت تک ہونے والا ہے“ ایک شخص اٹھا اور اُس نے کہا۔ میرے والد کا نام بتائیے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک لمحے کا توقف کئے بغیر اُسی وقت فرمایا۔ ”حذافہ“۔ یہی اُس کے والد کا نام تھا۔ وہ خاموش بیٹھ گیا۔ گھر آ کر اُس نے اپنی ماں سے ذکر کیا۔ اُس کی ماں نے اُس کو ڈانٹا اور کہا۔ تجھے معلوم نہیں اسلام سے پہلے ہم زمانہ جاہلیت میں تھے۔ حلال و حرام کی تمیز نہیں تھی۔ عورتوں کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ اگر میں نے اُس وقت خیانت کی ہوتی اور تم اُس کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہوتے اور اُس شخص کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے تو تمہاری کیا عزت رہ جاتی۔ کتنی خرابی ہوتی۔ یہاں ایک اور چیز واضح کر دی جائے کہ فرشتوں نے جو ایسا کہا وہ کسی حسد یا کینے کی وجہ سے نہیں تھا۔ وہ نُوری مخلوق۔ وہ حسد یا کینہ کا خیال تک اپنی فطرت کی وجہ سے نہیں لاسکتے۔ ہاں شیطان نے ایسا کیا۔ اس لئے کہ اس کی تخلیق آگ سے ہے۔ وہ ناری ہے۔ وہ حسد بھی کر سکتا ہے، نافرمانی بھی کر سکتا ہے اور تکبر بھی کر سکتا ہے۔ اُس کی فطرت ایسا کرنے میں مانع نہیں۔ ملائکہ نے جو کچھ کہا وہ انتہائی تعجب اور حیرت کی وجہ سے کہا نہ کہ کسی حسد کی وجہ سے (اس کو میں طویل نہیں دینا چاہتا) سورۃ بقرہ میں آپ آگے چل کر پڑھیں گے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ پھر فرشتوں سے فرمایا اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ انہوں نے کمالِ عاجزی و انکساری

سے یوں جواب دیا :

”پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔“

اب اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ تمام روئے زمین سے ایسی مٹی لاؤ جو ہر قسم کی ہو یعنی سیاہ، سفید، سُرخ، کھاری، میٹھی، نرم، خشک اور اس کی مقدار ایک مٹھی ہو۔ جب جبرئیل علیہ السلام نے زمین سے خاک اٹھانا چاہی تو زمین نے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے سارے حالات بیان کئے۔ زمین نے ادب سے زاری کی اور کہا۔

میں اُس خدا سے پناہ پکڑتی ہوں کہ تو مجھ سے خاک اٹھائے اور پھر اس سے انسان بنایا جائے اور اس وجہ سے میرا کچھ حصہ جہنم میں پہنچے۔

زمین نے کچھ اس طرح گریہ و زاری کی کہ آپ کو رحم آگیا اور آپ خالی ہاتھ واپس آگئے۔ جب واپس آئے اور پوچھا گیا تو عرض کی کہ اے اللہ! زمین نے تیری عزت کی پناہ پکڑی۔ یہ میرے لئے مقامِ ادب تھا۔ یہ تیرے نام و عزت کے کمالِ ادب کی وجہ تھی کہ میں نے ہاتھ نہیں بڑھائے اور اُسی طرح خالی ہاتھ واپس لوٹ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے بعد دوسرے معزز فرشتے حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو باری باری بھیجا مگر زمین نے آہ و بکا کر کے ایسی قیامت برپا کی کہ وہ بھی رحم کھا کر واپس آگئے۔ آخر میں حضرت عزرائیل علیہ السلام

کو (جنہیں ملک الموت کہا جاتا ہے) اس کام کے لئے مامور کیا گیا۔ زمین نے وہی ڈرامہ دہرایا۔ مگر یہاں معاملہ دوسرا تھا۔ آپ نے کسی بات یا معروضے یا گریہ وزاری کی پرواہ ہی نہیں کی اور کہا۔ سُنْ مِیں اللہ تعالیٰ کا تابعدار ہوں۔ یہ تیری عاجزی وزاری اُس کے حکم کی تعمیل کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے۔ تو کون ہوتی ہے جو مجھے اللہ کے حکم کی تعمیل سے روکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے آپ کو جان نکالنے کے کام کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ تم ہی نے اس خاک کو زمین سے جدا کیا اب تم ہی اس کو واپس ملانا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے اللہ! موت کے وقت انسان مجھے ہی بُرا بھلا کہیں گے اور یہ میرے لئے بڑی رُسوائی کا باعث بنے گا۔ ارشاد ہوا کہ ایسا نہیں ہوگا! انسان عالم اسباب میں ہوگا اور اُس کی موت کسی نہ کسی سبب یعنی بیماری، حادثہ وغیرہ سے ہوگی اُسی کا ذکر ہوگا، تمہارا کوئی نام نہیں لے گا۔

اب حکم بلا کہ یہ خاک وہاں پر رکھی جائے جہاں آج خانہ کعبہ شریف ہے۔ فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ مختلف پانی اکٹھا کریں اور اُن سے اس خاک کا گارا بنائیں۔ چنانچہ (روایت ہے) کہ اس پر چالیس روز بارش ہوئی۔ اس مٹی پر اُن تالیس روز رنج و غم و مصائب کا پانی برسنا اور صرف ایک دن خوشی اور راحت کا۔ (اسی لئے انسان کی تمام زندگی اکثر و بیشتر غموں اور دُکھوں میں گزرتی ہے اور خوشی بہت کم نصیب ہوتی ہے) پھر گارے کو خشک کیا گیا۔ اُس کو مختلف ہواؤں سے خشک کیا گیا اور اتنا

خشک کیا کہ کھنکھنانے لگا۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ یہ گارا مکہ اور طائف کے درمیان وادی لقمان میں عرفات کے پہاڑ کے نزدیک رکھیں۔ اب ایک عظیم ترین کارنامہ معرض وجود میں آیا۔ وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے اپنے خاص دست قدرت سے اس گارے سے حضرت آدم علیہ السلام کا قالب بنایا۔ جب یہ عظیم ترین شاہکار تکمیل پا گیا تو دھوم ہوئی۔ فرشتوں نے پہلے کبھی ایسی پیاری اور حسین صورت نہیں دیکھی تھی۔ فرشتے ارد گرد دیکھنے کے لئے طواف کرتے اور اس پتلے کی خوبصورتی کو دیکھ کر حیران ہو جاتے۔ عزازیل (جو بعد میں ابلیس کہلایا، شیطان الرجیم و شیطان لعین کہلایا) کو خبر ہو چکی تھی۔ ملائکہ اس کے سامنے بے حد تعریف کرتے۔ اس نے حسد کی آگ میں جلنا شروع کر دیا۔ اُدھر فرشتوں کے اس طرف سجد میلان نے اُسے سخت پریشان کر رکھا تھا آخر دل پر پھڑرکھا اور فرشتوں سے کہنے لگا اُو دیکھتے ہیں۔ بادلِ ناخواستہ پہنچا۔ دیکھتے ہی بولا۔ اے فرشتو! تم کس بات پر تعجب کرتے ہو۔ کس بات نے تمہیں اس پتلے پر فریفتہ کر رکھا ہے۔ دیکھتے نہیں، تم غور نہیں کرتے یہ تو ایک جسم ہے جو اندر سے بالکل خالی ہے اور پھر دیکھو اس میں جگہ جگہ سُوراخ ہیں۔ تمہیں اور بتاؤں!! سُنو!! اس کی کمزوری کا یہ حال ہو گا کہ جب بھوک کی حالت میں ہو گا تو ضعف سے نڈھال ہو کر گر پڑے گا اور اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تو اس کے لئے چلنا پھرنا محال ہو جائیگا۔ تم ہی بتاؤ اس قالب سے کیا ہو سکے گا۔ میں کہتا ہوں نہیں کچھ بھی نہیں ہو سکے گا!! یہ کہہ کر پھر خود ہی خاموش ہو گیا اور گھبرا کر بولا

ہاں اس کے سینے کے بائیں طرف ایک بند کو ٹھٹھی سی دکھائی دیتی ہے (مُراد اُسکی مقامِ دل سے تھی) مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کیا ہے۔ یہاں میری رسائی نہیں میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ میرا قیاس ہے کہ کہیں یہ لطیفہ ربّانی کی جگہ نہ ہو جس کی وجہ سے یہ خلافت کا حقدار ہوا ہو۔

اب ایک نازک مرحلہ شروع ہوا۔ وہ یہ تھا کہ رُوح کو اس خالی جسم میں داخل کرنا تھا۔ رُوح کو اللہ تعالیٰ نے داخل ہونے کا حکم فرمایا کہ قالب اور تمام گڑھوں میں بھر جائے۔ اب رُوح کی یہ حالت کہ اس خاکی مٹیلے کے پاس آتے ہی گھبرا گئی کیونکہ جسم کو تنگ و تاریک پایا لہذا اندر جانے کی بجائے ٹھہر گئی۔ غرضیکہ حکم کے آگے کیا چارہ تھا۔ رُوح آہستہ آہستہ اندر جانے لگی۔ ابھی ستر تک ہی پہنچی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی اور آپ کی زبان سے نکلا: "الْحَمْدُ لِلَّهِ"۔ حق تعالیٰ نے فرمایا "يَرْحَمُكَ اللَّهُ"۔ اور یہ بنی نوعِ انسان میں جو جو اسلام لائے اُن سب کے لئے ایک سُنّت بن گئی جو آج تک جاری ہے۔ غرضیکہ جب رُوح پوری طرح داخل ہو چکی تو حکم ہوا فرشتوں کے پاس جا کر سلام کرو۔ اس پر آدم علیہ السلام دوسری طرف تشریف لے گئے اور فرمایا: "السَّلَامُ عَلَيْكُمْ" تمام فرشتوں نے جواب دیا: "وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ"۔ اب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اب تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے یہی الفاظ مقرر کئے گئے ہیں۔

عزازیل کا گناہِ عظیم کا مرتکب ہونا اور رانڈہ بارگاہِ رَبِّ الْعِزَّتِ ہونا

اب اللہ جلّ شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے ظاہر و باطن کو اپنی قدرتِ کاملہ سے کمال آراستہ و پیراستہ کر کے آپ کو ایک نہایت ہی اعلیٰ تخت پر جلوہ گر کیا۔ آپ بے مثل نوری خلعت میں تھے۔ پیشانی سے نور نکلتا تھا اور عرش تک چمکتا تھا۔ اب تمام ملائکہ کو حکمِ عالی ہوا کہ سب آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ سب نے بلا کسی تاثر کے نہایت ہی ادب سے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ اُس کو اس کے تکبر اور انا اور عبادت کے زعم نے برباد کر دیا۔ پھر دوسری دفعہ جب ملائکہ نے سجدہ کیا تو بھی یہ لٹس سے مَس نہ ہوا۔ اگر غرور میں رہا۔ پہلا سجدہ تعظیمی تھا اور دوسرا سجدہ شکر تھا۔ رَبِّ کریم اُس کی یہ ساری حرکات دیکھ رہے تھے اور اس سے پوچھا۔ ابلیس تجھے کیا مار پڑی کہ سب نے سجدہ کیا مگر تو نے سجدہ نہ کیا اسی چیز کو جو میں نے بنائی ہے دونوں ہاتھوں سے۔ یہ تو نے غرور کیا۔ کیا تو اپنے آپ کو درجے میں بڑا سمجھتا ہے۔ ابلیس اب مکمل گمراہی کے اندر ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ اب یہ وہ ابلیس نہ تھا جس نے آسمان و زمین کی کوئی جگہ نہ چھوڑی تھی جہاں عبادت نہ کی ہو اور سجدہ نہ کیا ہو۔ اب وہ سراپا غرور ہی غرور تھا اور گھمنڈ میں بولا:

”میں بہتر ہوں اُس سے کہ مجھ کو تُو نے بنایا ہے آگ سے اور اُس کو بنایا
مٹی سے“ اور پھر کہنے لگا کہ ”میں نے سجدہ کیا ہے تجھ کو پھر دوسرے کو سجدہ
کیونکر کروں۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہاں سے نکل جا کہ تُو مردود ہو اور تجھ کو میری
پھٹکار ہے یعنی لعنت ہے قیامت کے دن تک۔ اُس کی جنت کی شکل اور
تھی اُس وقت وہ مقبول بارگاہ تھا اب مردود بارگاہ ہوتے ہی غضبِ الہی
سے اُس کی شکل بدل گئی اور اُس کی آنکھیں سینے پر آگئیں پھر شیطان نے
کہا۔ اے رَب! مجھ کو ڈھیل دے ایک معین وقت تک اور اس کے علاوہ
ایک تو یہ قدرت دے کہ میں انسان کے گوشت و پوست اور خون میں داخل
ہو سکوں اور دوسری یہ کہ میں اُن کی آنکھوں سے چھپا ہوا رہوں۔ چنانچہ اللہ
تعالیٰ نے اس کے مُطالبے کو شرفِ قبولیت بخشا اور یوں گناہ و توبہ کی کہانی کی
بنیاد پڑی۔ پہلا وار اس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا پر کیا اور اُن
سے سخت لغزش سرزد ہو گئی جس کی وجہ سے اُنہیں جنت سے نکالا گیا اور زمین
پر اُتار گیا۔

پھر اس خبیث نے کہا۔ تیری عزت کی قسم ہے کہ میں ان سب کو گمراہ
کروں گا مگر اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمادیا کہ جو میرے (اطاعت گزار)
بندے ہیں اُن پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا۔

اُدھر جنت کو حضرت آدم علیہ السلام کا مسکن ٹھہرایا گیا تھا۔ سب نعمتیں

ہوتے ہوئے بھی حضرت آدم علیہ السلام کھوئے کھوئے سے رہتے۔ ایک عجیب احساس تھا جو محسوس تو کرتے تھے لیکن بیان کرنے سے عاجز تھے۔ ربِّ کریم یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ اُس کی رحمت جوش میں آئی اور حضرت آدم علیہ السلام پر نیند کو غالب کر دیا اور اُسی دوران اُہنی کی پسلی سے حضرت حوا کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا فرمایا۔ ایسی حسین و جمیل کہ مثال نہ تھی۔ آدم علیہ السلام جب خواب سے بیدار ہوئے تو آپ کے حُسن و جمال سے بے حد متاثر ہوئے۔ بے اختیار جب بڑھنا چاہا تو بارگاہِ ربِّ العزت سے آواز آئی: اے آدم خبردار اسے مت چھونا نکاح کے بغیر۔ اس پر آدم علیہ السلام نکاح کے لئے عرض گزار ہوئے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح حضرت حوا سے سب ملائکہ کی موجودگی میں کیا۔

پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا کہ لے آدم تو جنت میں جا اور تیری بیوی بھی اور جہاں سے چاہو، اس میں سے با فراغت کھاؤ مگر ایک درخت کے نزدیک مت جانا ورنہ پھر تم نا انصاف ہو جاؤ گے۔

اب شیطانِ لعین حسد اور انتقام کی آگ میں جل رہا تھا اور موقع کی تاک میں رہتا تھا کہ بدلہ لوں اور اپنا کھویا ہوا اعزاز واپس حاصل کروں۔ وہ اپنی ناری تخلیق پر نازاں تھا اور بے حد مغرور تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیقِ خاکی کو نفرت سے دیکھتا تھا اور اپنی تخلیق سے کمتر سمجھتا تھا۔ اُس نے ایک منصوبہ بنایا۔ آخر وہ گھڑی آن پہنچی کہ وہ اپنے ناپاک منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک روز جنت تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کو اللہ تعالیٰ

کے تین اسمِ اعظم آتے تھے انہیں پڑھ کر وہ بہشت کے دروازے تک توجا پہنچا مگر ابھی بہت مشکل کام باقی تھا۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جنت میں موروسانپ نہایت ہی خوبصورت جانور تھے۔ یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں رہتے تھے شیطان جنت کے دروازے پر پہنچا۔ اُدھر مور بھی جنت کے دروازے پر موجود تھا۔ اُسکی پُرانی آشنائی و دوستی تو تھی ہی۔ اب آپس میں باہمی مشورے ہوئے۔ مور کی نیت میں بھی فتور آگیا۔ درسِ وفا بھول گیا اور غداری پر آمادہ ہو گیا۔ مشورے میں یہ طے کیا گیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کسی نہ کسی طرح جنت کے دروازے تک لانا چاہیے۔ اُدھر سانپ کی نیت میں بھی فتور آچکا تھا۔ شیطان نے اُس سے مشورہ کیا اور کہا کہ وہ اُس کو مُنہ میں لیکر جنت کی دیوار پر اُس وقت پہنچا دے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام دروازے پر آئے ہوئے ہوں۔ اس طرح سازش کا پلاٹ مکمل ہو گیا۔ جو آدم علیہ السلام کے خادم تھے وہی نمک حرام ہو گئے اور شیطان کے بہکاوے میں آ گئے۔

حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ انتہائی بھولے بھالے اور معصوم تھے۔ اُن کا تو اُدھر خیال تک بھی نہیں جاسکتا تھا۔ مور نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے بڑی مستی سے رقص کرنا شروع کر دیا۔ عجب دلکش سماں پیدا کر دیا۔ آپ رقص دیکھنے میں مشغول ہو گئے اور مور ناچتے ناچتے اسی ترکیب سے کہ پتہ نہ چلے پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ وہ جنت کے دروازے

پر پہنچ گیا۔ ادھر سانپ بالکل تیار کھڑا تھا۔ شیطان کو منہ میں پکڑا اور جنت کی دیوار تک پہنچ گیا۔ اب شیطان حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے آنے میں کامیاب ہو گیا اور اُسے گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔ شیطان تو جنت کے باہر رہا اور آدم علیہ السلام اندر۔ اُس کے بعد اُنکی گفتگو شروع ہو گئی۔

اب شیطان نے داؤ کھیلا۔ نہایت مسکین، عاجز اور شرمسار بن گیا اور کہنے لگا۔ آپ کی شان میں مجھ سے بڑی گستاخی ہوئی جس کے سبب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راندہ درگاہ ہو گیا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اس گناہ کا کفارہ ادا کروں اور یہ بھی کہ آپ کو ایسے مرتبے پر پہنچا دوں جس سے آپ مجھ سے رضی ہو جائیں اور آپ کی مجھ سے ناراضگی دور ہو جائے۔ پھر کہنے لگا۔ آپ اپنی اس تکریم و تعظیم پر ناز نہ کریں۔ یہ اس لئے کہ آخر کار آپ کو موت تو آنی ہی ہے۔ یہ عیش و آسائش سب دھرے دھرائے رہ جائیں گے۔ جب آپ ہی نہ ہونگے تو یہ سب آپ کے کس کام کا؟ آپ نے نہایت معصومانہ انداز میں اور حیرت سے پوچھا۔ موت کیا چیز ہے؟ اب اُس مُردود نے اپنے ڈرامے کی اداکاری شروع کی اور ایک جانور کی طرح سانس روک کر مُردہ سا سامنے پڑ گیا اور اپنے اُوپر حالت نزع طاری کر لی۔ کبھی ہاتھ پاؤں پٹکتا کبھی رُوح کو سخت تکلیف سے نکلتا ہوا دکھاتا۔ غرضیکہ اس طرح کی کئی اور بھیانک اور دل دہلا دینے والی حرکتیں کیں۔ جب اپنے فن کا مظاہرہ ختم کیا تو حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی حالت یہ سب کچھ دیکھ کر خراب ہو چکی تھی اور جان کنی کی کر بناک حالت دیکھ کر ڈر گئے

اور پوچھنے لگے اس سے بچنے کی کوئی تدبیر ہے۔ کہنے لگا معلوم ہے خوب معلوم ہے۔ ایک درخت کا پتہ بتلاتا ہوں۔ جو اس کا پھل کھائے موت اس کے قریب کبھی نہیں آسکتی۔ پوچھا وہ کونسا درخت ہے۔ کہنے لگا فلاں درخت۔ آپ نے فرمایا یہ تو وہی ہے جس کے پاس جانے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ اگر اس کا پھل کھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے عتاب میں آجائیں گے۔ تمام اعزازات سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی منع نہ فرماتا۔ غرضیکہ شیطان نے آپ کو دلیلوں میں الجھالیا اور آپ کو قائل کر دیا اور اپنی وفاداری کا یہاں تک اظہار کیا کہ پھل میں لائے دیتا ہوں اور کھا آپ لیں۔ قصہ کوتاہ آدم علیہ السلام کو اُس کی قسموں پر اعتبار آگیا۔ آپ اتنے معصوم تھے کہ آپ سمجھتے تھے کہ کس میں اتنی ہمت ہے کہ وہ رب تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھائے۔ لہذا آپ دونوں (یعنی آدم علیہ السلام اور حضرت حوٰئے) یہ پھل کھائے۔ کھاتے ہی ستر کھل گیا۔ ایک مُصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ عتابِ الہی وارد ہوا۔ بہشت کے باشندے آوازیں دینے لگے کہ آدم و حوٰء دونوں خدا کی درگاہ میں عاصی ہوئے۔ ندامت اور شرمندگی سے پھر رہے تھے۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو تین بار پکارا مگر یہ دریائے ندامت میں اس قدر غرق تھے کہ کوئی جواب نہ دے سکے تب حضرت جبرائیل اُن کے پاس آئے اور بولے اے آدم آپ کا رب آپ کو بلاتا ہے۔ تب آدم علیہ السلام نے کہا یا رب! ہم تجھ سے شرمندہ ہیں اور روتے ہوئے یہ کہنے لگے۔ اے رب ہمارے ہم نے ظلم کیا اپنی جان پر اور اگر

نہ بختے تو ہم کو اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ہو جائیں گے خسارے والوں میں سے۔
 اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اتر جاؤ۔ ایک دوسرے کے دشمن ہوئے اور تم کو
 زمین پر ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ہے ایک وقت تک اور فرمایا اسی میں جیو گے اسی
 میں مرو گے اور پھر اسی سے نکالے جاؤ گے۔ چنانچہ حضرت آدم و حضرت حوا اور
 مور و سانپ کو بہشت سے نکال کر زمین پر مختلف جگہوں پر اتار دیا گیا۔

اب عالم بالا سے عالم اشیاء میں پہنچنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی بندت
 بہت بڑھ گئی۔ ادھر یہ غم ادھر حضرت حوا کی جدائی۔ نہ کوئی مونس نہ کوئی غمخوار۔
 آپہن ہی آپہن تھیں۔ ساون کی جھڑی کی طرح ہر وقت آنسو بہتے رہتے بس ہر وقت
 اللہ کی جناب انتہائی پچھتاوے کی حالت میں رہتے۔ رحمت حق جوش میں آئی
 اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر توبہ کا طریقہ القا فرمایا جسے
 آپ نے دل و جان سے اپنایا اور شب و روز توبہ میں مشغول رہتے۔ آخر ایک
 روز مردہ جانفزا حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملا۔ آپ نے خوشخبری سنائی کہ
 اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اُس کے بعد حکم ہوا کہ مکہ شریف پہنچ کر اللہ
 کے گھر کا طواف کریں۔ وہ طواف اُسی طرح کریں جس طرح ملائکہ عرش کا طواف
 کرتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مناسک حج سے بھی آگاہ کیا
 اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام مکہ شریف روانہ ہوئے اور اسی اثنا میں آپ کا
 اور حضرت حوا کا آمنا سامنا ہوا مگر وہ ایک دوسرے کو پہچان نہ سکے۔ دونوں
 کی آنکھوں میں اجنبیت اور غیریت تھی۔ اب پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے

اور یوں مخاطب ہوئے۔ اے آدم یہ حوا آپ کی زوجہ ہیں اور اے حوا یہ آپ کے زوج آدم ہیں۔ قصہ تو لمبا ہے مگر جو بات کہنا مقصود ہے اُس کا ذکر شروع کیا جاتا ہے۔ اب حضرت آدم اور حوا کا انتہائی محنت و مشقت کا دور شروع ہوا۔ پہلے ایک برس اُن کو غذا جنت سے ملی اور اس کے بعدارضی پیداوار پر گذر شروع ہوا۔ افزائش نسل کا سلسلہ شروع ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اُنکو ایک حمل میں بیک وقت دو بچے عطا کرتا۔ ایک نر اور ایک مادہ۔ ایک حمل کے بچے دوسرے حمل کے بچوں سے شادی کر سکتے تھے۔ اب ایک عظیم گناہ آپ کے بیٹے قابیل سے سرزد ہوا۔ اُسکی سگی بہن اقلیمہ بہت خوبصورت تھی وہ اُس سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر یہ اُس وقت کی شریعت کے خلاف تھا۔ بڑی مشکل سے اقلیمہ کی شادی قابیل کے بھائی ہابیل سے ہوئی جو طبعاً حلیم اور بے انتہا خوبیوں کا مالک تھا۔ اب زمین پر پہلا عظیم گناہ بنی آدم سے سرزد ہوتا ہے۔ اس شادی نے قابیل کو ہابیل کا جانی دشمن بنا دیا اور ایک دن اُس نے اُس کو خاموشی سے بغیر کسی کو پتہ چلے قتل کر دیا۔

پہلی لغزش حضرت آدم سے حضرت حوا کی نادانی سے سرزد ہوئی اور دوسرا گناہ اُنہی کے گھر اُن کے بیٹے سے عورت کی وجہ سے سرزد ہوا۔ یوں حضرت انسان کے لئے شیطان نے گناہوں کی راہیں کھول دیں اور اپنا انتقام لینے کیلئے گناہوں کا جال بچھا دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اس بیٹے سے بے حد محبت تھی۔ غم سے نڈھال

ہو گئے اور اس واقعہ سے اس بات پر زیادہ غمگین ہوئے کہ میری اولاد کا کیا بنے گا۔ اس شیطان لعین کو تو بہت قوت عطا کی گئی ہے۔ اب آپ کو دن رات یہ غم کھانے لگا۔ روایت ہے کہ ایک دن ارشاد باری ہوا کہ اے آدم کس غم میں دن رات گھلے جاتے ہو، یہ کیا حال ہے۔ آپ نے عرض کی اے خداوند! نونے شیطان کو مجھ پر مقرر کیا ہے۔ اُدھر میری یہ حالت ہے کہ میں اپنے اندر اتنی طاقت نہیں پاتا کہ اس کو منع کر سکوں بغیر تیری توفیق کے۔ تو ارشاد باری ہوا کہ میں تجھے اور تیری اولاد کو محفوظ رکھوں گا اور شیطان ہرگز قابو نہ پاسکے گا۔ آپ نے عرض کی اے خداوند تعالیٰ اس کو زیادہ واضح فرماتا کہ میں ٹھیک ٹھیک سمجھ سکوں اور دل کا سکون پاسکوں۔ ارشاد ہوا اے آدم جب تک یہ جہانِ فانی قائم ہے اور جب بھی تیرے فرزند توبہ کریں گے تو میں ان کی توبہ قبول کروں گا اور وہ ایسے ہی ہو جائیں گے جیسے انہوں نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں خواہ وہ کتنی بار گناہ کریں مگر میری جناب میں حاضر ہو کر دل سے سچی توبہ کریں۔ وہ نوازے جائیں گے۔ توبہ کیلئے میرے دروازے اُسکی موت کی گھڑی سے پہلے تک قبولیت کے لئے کھلے ہوں گے اور مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ وہ کتنے ہی زیادہ گناہ کیوں نہ کرے اور بار بار توبہ و استغفار کرے۔ میری شانِ غفاری اُس کو اپنی آغوش میں لے لیگی بشرطیکہ میری بارگاہ میں آئے تو سہی میری رحمت سے نا اُمید ہو کر نہ بیٹھ جائے۔ اس عطاءئے ربّانی پر نفس اور شیطان بے حد پریشان ہوئے۔

آپ بے حد خوش ہوئے۔ رب کی حمد و ستائش کی اور سجدہ شکر ادا کیا۔

یوں توبہ کی عظیم نعمت عطا ہوئی۔ جہاں انسان کیلئے گناہ مقدر کیا وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت کے دروازے بھی اپنے گنہگار بندوں کے لئے ہر وقت کھول دیئے۔

رحمت کے اُن دروازوں میں ایک رحمت کا دروازہ توبہ کا دروازہ بھی

ہے۔

توبہ کے بارے میں

عزیزانِ من! (اپنے رُوحی اور قلبی بچوں سے خطاب)
توبہ ایک ایسا لفظ ہے جسے ہر خاص و عام جانتا ہے حتیٰ کہ بچے تک مگر
ہر ایک کو اسے اپنے طریقے سے سمجھتا ہے۔ ایک دُنیا دار ہے جو سر سے پاؤں تک
حرص و لالچ میں ڈوبا ہوا ہے اور دوسرا پرہیزگار ہے جو شریعتِ مقدّسہ کا پابند
ہے اور اس کے قوانین پر سچے دل سے عمل کرتا ہے؛ اور ایک گنہگار ہے جو
فسق و فجور میں ڈوبا رہتا ہے۔ ان سبھی کو توبہ کی ضرورت ہے۔

دُنیا دار اُس وقت یہ لفظ بولتا ہے جب اُسے کوئی دنیاوی مالی یا دوسرا
نقصان ہوتا ہے اور جس وجہ سے یہ نقصان ہوتا ہے وہ اُس سے توبہ کرتا ہے
جب اُسے نقصان کا علم ہوتا ہے تو وہ انتہائی غم و صدمے کی حالت میں کہتا
ہے میری توبہ آئندہ میں یہ رقم ایسے کاروبار میں نہیں لگاؤں گا یا جس شخص
سے اُس کو نقصان پہنچا ہوتا ہے اُس کے بارے میں کہتا ہے کہ توبہ ہے میری اگر
اُس شخص کی بات کا آئندہ اعتبار کروں۔ یہاں لفظ توبہ استعمال کرنا سراسر
ناجائز اور لغو ہے۔

دوسرا شخص پرہیزگار ہے۔ صحیح عقیدے پر ہے۔ شریعتِ مقدّسہ کا ضروری
علم بھی رکھتا ہے۔ دین کے پانچ ستون مضبوطی سے تھامے ہوئے ہے۔ اُسے

معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کن کاموں کو کرنے کو کہا ہے اور کن کاموں سے منع کیا ہے۔ اسی طرح احادیث نبوی سے اور احکام شریعہ سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ ان کے مطابق کونسے کام اُسے نہیں کرنے چاہئیں۔ یہ شخص ہر وقت ایمانی جذبے اور نفس کے محاسبے کی حالت میں رہتا ہے۔ اُدھر شیطان، اُس کی ذریعات اور اس کا اپنا نفس سب اُسکی تاک میں رہتے ہیں۔ اس کے اندر ابھی اتنی ایمانی قوت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ اپنا دفاع کر سکے۔ اچانک اُس پر ان کمینوں کا تابڑ توڑ حملہ ہوتا ہے۔ اُسکا دفاع کمزور ہوتا ہے اور اُس سے وہ گناہ سرزد کروا دیتے ہیں یا کسی وجہ سے اُس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ توجو نہی وہ سنبھل جاتا ہے وہ دریائے ندامت میں غرق ہو چکا ہوتا ہے۔ اُسے ایک عجیب دردناک شرمندگی ہوتی ہے اور ایک جان لیوا پھپھتا والا حق ہو جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جب اُس نے گناہ کیا اُسکا رُب دیکھ رہا تھا اور یہ بھی کہ اُس نے اسلام قبول کرنے کے بعد کچھ عہد بھی کیا تھا۔ اُس نے رُب کی حکم عدولی کی اور شیطان و نفس کے بہکاوے میں آگیا۔ اور گناہ کر بیٹھا۔ اب اگر یہ پھپھتاوا سچے دل سے کر رہا ہے تو یہ اُس کی اُس گناہ سے توبہ ہے بشرطیکہ اس میں تین چیزیں ہوں :

(1) اقرارِ گناہ (2) گناہ کرنے کی شرمندگی (3) سچے دل سے عہد کہ وہ

آئندہ یہ گناہ نہیں کرے گا۔

اُس کی یہ توبہ انشاء اللہ تعالیٰ اُس کو اُس گناہ سے ایسے پاک کر دے گی

جیسے اُس نے یہ گناہ کیا ہی نہیں۔ اگر گناہ اُس سے اپنی حالات کے تحت بار بار بھی سرزد ہوں تو اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے کی بے بسی دیکھے گا اور یہ بھی کہ وہ اللہ کے دشمن شیطان کے ظلم کا شکار ہو گیا اور وہ مظلوم ہو کر اُس کی بارگاہ میں فریاد لے کر آیا ہے۔ لہذا مظلوم پر دو گنا رحم کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بے پرواہ ہے۔ انسان اُس کی رحمت کا اندازہ اپنی چھوٹی سی عقل سے لگانا ہے حالانکہ وہ لامحدود ذات ہے اور اس کی رحمت بھی لامحدود اور بے پایاں ہے۔ اس کا اندازہ اپنے ادراک سے نہیں لگانا چاہیے۔ مانگنے والے اور توبہ کرنے والے سے وہ بے حد خوش ہوتا ہے اور جو توبہ نہ کرے وہ ظالم ہے اور جو اُس سے نہ مانگے، اُس سے وہ بیزار ہے۔ وہ ایسا داتا ہے جس کی رحمت و کرم کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ اُس نے تو روزِ ازل ہی عرشِ عظیم پہ لکھ دیا تھا۔ ”سبقت لے گئی میری رحمت میرے غصہ پر“ مہلت دینا اُس کی سنت ہے وہ بیکلخت عذاب نازل نہیں کرتا، بندے کو خوب ڈھیر ساری مہلت دیتا ہے تاکہ اپنے گناہ کی معافی کر لے۔ لیکن نصوحی توبہ ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک میں بھی اس کے بارے میں صاف صاف فرمادیا۔ زبانی کلامی کی توبہ جس میں مندرجہ بالا شرائط نہ ہوں وہ مشکوک و ناقابلِ اعتبار اور ناقابلِ قبول ہے اور بقولِ شاعرے

توبہ کی پھر توبہ کی توبہ پہ توبہ توڑ دی !
اس میری توبہ پہ توبہ توبہ توبہ کر اٹھی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: " اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ "

تیسرا ایک شخص گنہگار ہے۔ فسق و فجور میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ نام کا مسلمان ہے۔ اس لئے کہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا۔ اس سے آگے اُسکو اسلام کا کچھ پتہ نہیں۔ وہ فسق و فجور میں ایسا ڈوبا ہوا ہے کہ اُس کا ضمیر مَرچکا ہے۔ دل مُردہ ہو چکا ہے۔ اُس کے لئے نیکی و بدی کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ اُس کا آخرت پر یقین نہیں۔ اُس کا عذابِ قبر پر یقین نہیں۔ جب یہ نہیں تو اُس کو ڈر کس چیز کا ہے۔ پھر وہ اپنی تسلی کے لئے " بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست " جیسے لغو جملے بولتا ہے۔ یہ بد نصیب و بد بخت شخص ہے۔ ہاں اگر اس کے نصیب میں کسی وقت آگے جا کر اللہ تعالیٰ نے توبہ لکھی ہے اور اُس نے توبہ کر لی، پاک ہو گیا اور دوزخ سے نجات پا گیا تو اُس کی خوش نصیبی قابلِ رشک ہے۔ ایسا ہوتا ہے مگر بہت کم۔ جن کے دل سیاہ ہو جائیں گناہ کی وجہ سے، اُنہیں نصیحت کرنا بیکار ہے۔ اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ہاں ایک کام ضرور کیا جائے کہ وہ جن لوگوں کو ہم مشرب بنانا چاہے تو اُن لوگوں کو تبلیغ کر کے باز رکھا جائے یہ بڑے ثواب کی بات ہے، ایسے موقعے ہاتھ سے جانے نہیں دینے چاہئیں۔

اس بندۂ عاجز کے پاس بے شمار نوجوان لڑکے، مُرد، لڑکیاں اور عورتیں جو سب کبیرہ گناہوں میں مبتلا تھے، ذاتی طور پر وقتاً فوقتاً آئے یا اُنکے دردناک خطوط ملے۔ انہوں نے مختلف وعظ سُننے جن میں قبر اور آخرت کے عذاب کے

ایسے منظر بتائے گئے کہ انہوں نے بخشش و مغفرت سے نا اُمید ہو کر گناہ کے شغل کو اور تیز کر دیا اور یہ سمجھنا شروع کیا کہ اب تو عیش کر لیوں تاکہ آخرت کو تو دنیاوی عیش نہ کرنے کا پھپھتاوانہ ہو۔ جب وہاں جا کر دوزخ میں ہی جلنا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ بہر حال میں نے اپنی علمی استعداد اور اللہ کی دی ہوئی توفیق سے ان کی تعلیم نہایت نرمی اور پیار سے کی۔ الحمد للہ ان میں بے شمار آج متقی اور پرہیزگار ہیں اور انہیں اس زندگی کی لذت حاصل ہوتے ہی اپنی گناہ آلود زندگی کی جب یاد آتی ہے تو انتہائی شرمندگی اور تکلیف ہوتی ہے۔

عزیزانِ من! اچھی طرح جان اور مان لو کہ بندے کا اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنا سب سے زیادہ محبوب ہے۔ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل توبہ کا عمل ہے، بخشش کا عمل ہے۔ توبہ کی اصل یہ ہے کہ بندہ آئندہ اس گناہ کو نہ کرے اور بندے کو نا اُمید نہ ہونا چاہیے۔ گمراہ لوگ ہی اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔ سچی توبہ کے بعد قلب آئینے کی طرح جگمگاتا ہے اور اسی چمک کے واسطے سے دُنیا کی ہر بُرائی ظاہر ہوتی ہے۔

توبہ بغیر صدق مجاہدہ کے درست نہیں ہو سکتی اور صدق دل سے مجاہدہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اُس میں صبر موجود ہو اور توبہ۔ مجاہدہ وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسی لئے ایک مومن اپنے نفس کی خوب خبر لیتا ہے۔ ہر وقت اس سے برسبر پیکار رہتا ہے، خواہشاتِ نفس کو کچلتا

ہے۔ نفس کو خواہشوں اور لذتوں سے دُور رکھتا ہے۔ خوفِ الہی اور تقویٰ کی تلوار سے اُس کو قتل کرتا ہے۔ ظاہر کے محاسبے اور باطن کی نگہداشت سے توبہ کو استقامت حاصل ہوتی ہے۔

اے عزیز! توبہ کا راستہ آزر دگی اور پریشانی سے ملتا ہے۔ توبہ ہر رُوحانی مقام کی اصل ہے اور ہر مقام کا نظم و ربط اور ہر حال کی کلید ہے۔ اگر تُو سترِ باطن کی حفاظت نہ کرے، ظاہر کا محاسبہ نہ کرے اور باطن کی نگہداشت نہ کرے تو پھر توبہ کی استقامت کی اُمید نہ رکھ۔ صحتِ توبہ پر ہی صحتِ انابت موقوف ہے۔ اس لئے نفس کی سرکوبی سے کبھی غافل نہ رہو۔ اپنے رب سے ہمیشہ اپنے گناہوں اور اپنی لغزشوں کے لئے توبہ کرتے رہو۔ وہ تمہیں معاف فرما دے گا۔ تمہارے اعمالِ حسنہ کو شرفِ قبولیت بخشے گا اور عظیم رُوحانی قوت بھی عطا فرمائے گا۔

صبرِ اہلِ ایمان کا معزز ترین مقام ہے۔ صبر کا ذکر قرآنی اشارات میں نوے مقامات سے زیادہ آیا ہے لیکن پھر بھی توبہ کا مقام افضل ہے۔ صبر کی حقیقت طمانیتِ نفس سے ہے اور نفس کی طمانیت تزکیہ سے وابستہ ہے اور تزکیہ کا مدار توبہ ہے۔ ایک درویش فرماتے ہیں جس نے اپنے ظاہر کو مجاہدہ کے ذریعہ آراستہ کیا اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدے سے آراستہ فرمائے گا۔ ضبطِ نفس اور ذکر کے بغیر دل منور نہیں ہوگا۔ نفس کا رول بہت خطرناک ہے۔ اُس کا طریقہ استدلال ہی گمراہ کن ہوتا ہے۔ غلطی کی نشاندہی پر بھی درستگی کی طرف نفس قدم

نہیں اٹھانے دیتا۔ انسان کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کو خبر ہے جو بندے کرتے ہیں۔ اس لئے اس حدیث شریف کو ہمیشہ سامنے رکھے۔

”اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے“

توبۃ النصوح سے مراد یہ ہے کہ انسان ظاہر و باطن سے سچی توبہ کرے۔ توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ غلط راستہ چھوڑ کر سیدھی راہ اختیار کرنا۔ توبہ کے معنی ترک کرنے کے ہیں اور یہ معذرت کی بہترین صورت ہے۔ نصوحی توبہ میں انسان توبہ کے بعد گناہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ترک کر دے اور اپنے عمل صالح سے یہ ثابت کر دے کہ اُس نے مکمل توبہ کر لی ہے۔ توبہ کے بعد انسان خُدا پر بھروسہ کامل رکھے اور خُدا ہی سے رجوع کرے۔ اُسی سے گناہ سے بچنے کی توفیق ہر وقت مانگتا رہے۔

دو چیزیں ہیں ایک۔ حقوق اللہ اور دوسری حقوق العباد۔ حقوق العباد میں توبہ قبول نہیں کی جاسکتی جب تک بندہ معاف نہ کرے یا اگر مظلوم مرگیا ہے تو اس کے وارثین کو شریعتِ مقدّسہ کے احکام کے مطابق راضی نہ کیا جائے۔ شریعت اسلامی قانون کا نام ہے۔ شریعت کی بنیاد چونکہ قرآن اور سنت پر ہے اس لئے کسی جماعت یا فرقے کو اس میں تنقید کا حق حاصل نہیں ہے۔ قوانین شریعت دو حصّوں پر مشتمل ہیں :

۱۔ حقوق اللہ۔ ان میں عبادت وغیرہ سے متعلق قوانین و احکام ہیں۔

۲۔ حقوق العباد۔ ان میں عدالتی، سیاسی اور سماجی موضوعات پر احکام

شامل ہیں۔ کسی عہد میں کسی شخص کو اسلامی شریعت میں رد و بدل کی اجازت نہیں۔ ان کو اصل حالت میں ہی تسلیم اور قبول کرنے کا حکم ہے۔

آپ نے انسان کا سفلی پن بھی دیکھا ہوگا۔ بعض ایسے ہیں جو اپنے جرم سے ہرے سے مُنکر ہو جاتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے کہتے ہیں کہ میں نے یہ جرم کیا ہی نہیں۔ ایسے بھی ملیں گے جو جرم کو تو تسلیم کرتے ہیں لیکن اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں اور جواز ڈھونڈتے ہیں۔

بدترین توبہ وہ ہے جو موت شروع ہونے کے بعد کی جائے اور بدترین چھپاوا روزِ حشر ہوگا جب زادِ راہ نہ ہوگا اور سخت ترین پریشانی اُس وقت ہوگی جب قبر میں عذاب ہونے لگے گا۔ نصوحی توبہ تو جب ہی مانی جائے گی جبکہ عقیدہ صحیح ہو۔ جب عقیدہ صحیح ہوگا تو اعمال صحیح ہوں گے جب اعمال صحیح ہوں گے تو بارگاہِ ربِّ العزت سے شرفِ قبولیت عطا ہوگا۔ اگر دل میں اعتقاد نہ ہو اور صرف زبان سے مانے تو یہ بھی ایک قسم کا کفر ہے۔ بعض لوگ بے عملی کی وجہ سے کافر ہوئے، بعض ضد سے کافر ہوئے، بعض شبہات کی وجہ سے کافر ہوئے اور بعض ہر بات کو جانتے ہوئے محض ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے۔

عزیزانِ من! اس چیز کو اچھی طرح سمجھ لو کہ عشقِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دل میں کُفر نہیں آنے دیتا اور عداوتِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دل میں ایمان نہیں آنے دیتی۔

میرے پیارے عزیزو! اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ نصوحی توبہ کیا ہے۔
 اس کے لوازمات کیا ہیں۔ اس میں سب سے بڑی اور اہم چیز یہ ہے کہ گنہگار
 بندہ اپنے رب تعالیٰ سے صدق دل سے اقرار کرتا ہے کہ اُس کی توفیق سے وہ
 آئندہ یہ گناہ ہرگز نہیں کریگا اور اس اقرار کے ساتھ ہی رب کریم اُس کو
 ایسا کر دیتا ہے جیسے اُس نے وہ گناہ کیا ہی نہیں۔

گناہ کے بارے میں

عزیزانِ من! (رُوحی بچوں سے خطاب)

توبہ کے موضوع کو چھیڑنے سے قبل اس بندہ عاجز نے ضروری سمجھا کہ پہلے کچھ حضرت آدم علیہ السلام کا بیان ہو۔ آپ نے دیکھا کہ شیطان مردود نے اُن پہ کیسا وار کیا۔ اُن سے لغزش سرزد کروائی اور اُن کی اور حضرت حوا کی جنت میں رُسوائی کا سامان کیا۔ پھر آپ کو اور حضرت حوا کو زمین پر اُتارا گیا کچھ وقت کے لئے۔ سانپ اور مور جنہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے غداری کی اور شیطان کو بھی دنیا میں پھینک دیا اور پھر ستم بالائے ستم حضرت آدم علیہ السلام کو سرانڈیپ جسے اب لنکا کہتے ہیں وہاں اُتارا گیا اور حضرت حوا کو جَدہ میں۔ عرصہ دراز کے بعد آپ کی ملاقات ہوئی اور جہاں پر ملاقات ہوئی وہ جگہ متبرک ہو گئی اس کو عرفات کہا جاتا ہے اور ساری دُنیا وہاں حج کے دوران حاضری دیتی ہے۔ شیطان اور اُس کی ذُرّیات کو نیند نہیں آتی وہ ہمہ وقت اولادِ آدم کو خواہ وہ عالم ہو، فقیر ہو، امیر ہو، غریب ہو، غرضیکہ کوئی بھی ہو اُسے اُس کے دین سے جُدا کر کے اُسکو گمراہ کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ اُس کا ایک غلام انسان کے جسم کے اندر ہر وقت موجود رہتا ہے اور وہ دل کا پڑوسی ہے اُس کو نفس کہتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی رحیمی اور کریمی کے صدقے میں نبوت کا سلسلہ جاری کیا جو ہر دور میں اللہ تعالیٰ کا پیغام مخلوق کو پہنچاتے۔ سب کا مشن ایک ہی تھا۔ توحید رسالت اور آخرت پر ایمان لانا۔ پہلے نبی ایک خاص قوم کے لئے آتے تھے۔ ایک ایک وقت میں کئی نبی ہوتے تھے۔ آخر وہ وقت آگیا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم فرمادیا۔ آپ کو ایک عظیم اور بلند مرتبہ کتاب جو سرچشمہ ہدایت تمام انسانوں کے لئے ہے، عطا فرمائی۔ کسی نبی کو اپنے مشن میں کامیابی نہ ہو سکی کیونکہ لوگوں کے شیطانی ذہن تھے۔ بد بخت و گمراہ تھے۔ ہدایت کی طرف کچھ ہی لوگ مائل ہوئے۔ یہ شرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا کہ آپ نے اپنا مشن کامیابی سے مکمل کیا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

پہلے یہ جان لو کہ شیطان کو کیسی طاقت عطا ہے۔

حدیث شریف: "شیطان انسان کی رگوں میں اس طرح جاری و ساری

ہے جس طرح خون جاری و ساری ہے"

"وہ اور اُس کا قبیلہ تم کو دیکھتے ہیں، تم انہیں نہیں دیکھ سکتے"

”شیطان انسان کے دل کی تاک میں لگا رہتا ہے پس جس وقت ذکرِ الہی سے غافل ہو جاتا ہے، سو سے پیدا کرتا ہے۔ یہ اور اُس کی ذریعات انسان سے گناہِ کبیرہ و صغیرہ سرزد کرتے ہیں۔“

علماء کے نزدیک گناہِ کبیرہ مندرجہ ذیل ہیں :

- (1) شرک کے گناہ پر جسے رہنا (2) خدا کی رحمت سے مایوس ہونا۔
- (3) اللہ نے جو ڈھیل اور چھوٹ دے رکھی ہے اس سے بے خوف بن جانا۔
- (4) جھوٹی گواہی دینا (5) پاکدامن پرزنا کی تہمت لگانا (خواہ مرد ہو یا عورت)
- (6) جھوٹی قسم کھانا جس کی وجہ سے حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیا جائے
- یا ایسی جھوٹی قسم جس سے کسی مسلمان کا مال مارا جائے خواہ بقدر ایک مسواک
- ہی کیوں نہ ہو (7) جادو (8) شراب اور دوسری نشہ آور چیزیں پینا (9) یتیم
- کا مال بغیر حق کے کھانا (10) دانستہ اور جان بوجھ کر سود کھانا (11) زنا (12)
- لواطت (فعل غیر وضع فطری) (13) قتل کرنا (14) چوری کرنا (15) جہاد میں
- دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا (ایک کا دو کے مقابلے میں اور دس کا بیس کے مقابلے
- میں اور سو کا دو سو کے مقابلے میں فرار ہونا) (16) ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔

اور گناہِ صغیرہ مندرجہ ذیل ہیں :

- (1) کسی خوب و اجنبی عورت یا مرد کی طرف جنسی تحریک کے تحت دیکھنا۔
- (2) اُس کا بوسہ لینا (3) اُس کے ساتھ لیٹنا مگر جماع نہ کرنا (4) مسلمان بھائی
- کو گالی دینا (5) تہمتِ زنا کے علاوہ کسی قسم کی شرم اور عار دلانے والی بات کہنا

(6) مارنا (7) غیبت کرنا (8) چغلی کھانا (9) جھوٹ بولنا۔

اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں گناہِ صغیرہ میں شمار ہوتی ہیں۔
 اب یہاں عقائد و اعمال کا بھی اجمالاً ذکر ضروری ہو گیا ہے۔
 اچھی طرح سمجھ لو کہ بظاہر کیسے ہی نیک اعمال کیوں نہ ہوں وہ ہرگز قابلِ قبول نہیں جب تک کہ عقیدہ صحیح نہیں ہو۔ باطل عقیدے والے کے اعمال بھی باطل ہو جاتے ہیں۔ اسلئے عقائد کی حد توڑنے والا کافر ہے۔ اعمال کی حدود توڑنے والا فاسق و فاجر۔ شریعتِ مقدّسہ نے زندگی، موت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، سونے جاگنے کی حدیں مقرر کر رکھی ہیں۔ آزادی اچھی ہے مگر حدود و قیود کے بغیر بہت نقصان دہ ہے جو انسان اپنے آپ کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز سمجھ لیتا ہے۔ وہ سرکش و باغی ہو جاتا ہے۔ کفر و گناہ کا ارتکاب اسی لئے ہوتا ہے کہ انسان ان ہستیوں کے تابع فرمان نہیں رہتا۔ نیکیوں کے لئے ایمان کا ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسے وضو کرنا نماز سے پہلے۔ ایمان جڑ ہے، اعمال شاخیں۔ نیکی قبول ہونے کے لئے ایمان، نیتِ خیر یعنی آخرت کمانے کی نیتِ خیر اور کوشش ضروری ہیں۔ ہمارے جسم کے اعضاء رب تعالیٰ کی امانت ہیں، ان سے گناہ کرنا امانت میں خیانت ہے۔ اسی لئے صوفیائے کرام کے مشرب میں نماز کی حفاظت یہ ہے کہ ایسے گناہوں سے بچے جن سے نیکی برباد ہو جاتی ہے۔ اسی لئے آپ کو قولاً فعلاً عملاً صدق و اخلاص سے دین

کے مندرجہ ذیل ستون مضبوطی سے تھامنے چاہئیں :

(1) ایمان (2) صلوٰۃ (3) زکوٰۃ (4) روزہ (5) حج - اور بعض علماء نے جہاد کو بھی چھٹا رکن قرار دیا ہے -

مومن کی تہذیب نفس، تزکیہ باطن شریعت اور طریقت کے مطابق ہونی چاہیے کیونکہ آزادانہ طریق سے وہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے - ہماری زندگی کی اساس دین ہے - اسی پر چلنے سے انسان محترم و معزز ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے - دین انسان کو ایک صحیح راستے پر چلاتا ہے -

گناہ سے کیسے بچا جائے!

عزیزانِ من! (اللہ تعالیٰ آپ کو نیکیوں کی دولت سے مالا مال کرے اور آپ کی عاقبت بخیر کرے۔ آمین)

اب آپ یہ توجہ جان گئے ہیں کہ ہمارے تین دشمن ہیں جو ہر وقت ہم پر پے در پے حملے کرتے ہیں اور گناہوں میں مُبتلا کر دیتے ہیں۔ یہ شیطان اُس کی اولاد اور انسان کا اپنا نفس ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان سے کیسے بچا جائے؟ پہلی اہم چیز یہ ہے کہ اپنے دین کا ضروری علم ہر قیمت پہ حاصل کیا جائے۔ قرآن کریم پڑھا جائے اور سمجھا جائے خواہ انسان کی عمر کتنی زیادہ کیوں نہ ہو۔ اس کے لئے اُسے اُسی طرح وقت نکالنا ہے جس طرح وہ کھانے پینے اور اپنے دوسرے ضروری حوائج کے لئے نکالتا ہے۔ نفس کا خاصہ ہے کہ اگر اُسکو طمع پر ڈال دیا جائے تو وہ اُس کا عادی بن جائیگا۔ اگر قناعت کے راستے پر ڈال دیا جائے تو تھوڑے سے مسلسل سخت مجاہدہ اور نیکی کی ترغیب دینے سے وہ تابع ہو جائے گا۔ مظہر العجائب اسد اللہ غالب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے۔ اے لوگو! قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔ اپنے نفس کا تم خود محاسبہ کرو اور اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے تم خود اپنے اعمال کا وزن کر لو۔ یعنی اے انسان

تُو خود کو غفلت سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی پیشی کیلئے تیاری کر لے۔
 حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا۔ کونسا مقام افضل ہے۔
 آپ نے فرمایا۔ سرِّ باطن کی حفاظت، ظاہر کا محاسبہ اور باطن کی نگہداشت۔ ان
 سب سے توبہ کو استقامت حاصل ہوتی ہے۔ مگر اے میرے قلبی عزیز یہ تو
 جب ہی کر سکے گا جب تجھے صحیح علم اور صحیح عمل حاصل ہو۔ علم بغیر عمل و با
 ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے مگر عمل میں صدق و اخلاص ہونا چاہیے۔
 روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارالہ میں عرض کی۔ خداوند
 تیری خاص عبادت کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ میری خاص عبادت صدق و اخلاص
 سے میرا ذکر ہے۔ صدق بے شمار بُرائیوں کو جڑ سے اٹھاڑ پھینکتا ہے۔ صدق کی
 تلوار نفس کو بھی ہلاک کر دیتی ہے۔ جب اس حالت میں اُسے موت آتی ہے
 تو وہ اپنے رب کی بازگاہ میں سرخرو ہو جاتا ہے۔ وہ بیم ورجا کی منزل میں ضرور
 ہوتا ہے مگر جائیت اللہ کے فضل سے اُس پر غالب ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ
 سے اچھے سلوک کا گمان یقین سے رکھتا ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص سے نزع کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اُس شخص نے جواب دیا کہ میری حالت یہ
 ہے کہ اپنے گناہوں سے خائف ہوں اور خدا کی رحمت کا بھی اُمیدوار ہوں
 (یعنی حالتِ بیم ورجا میں ہوں)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایسے
 حال (دمِ نزع) میں بندے کے دل میں یہ دونوں جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ

اُس بندے کی اُمید بر لاتا ہے اور جس بات سے وہ ڈرتا ہے اُس سے اُس کو مامون کر دیتا ہے۔“

ہر چیز کی اصل ہوتی ہے۔ گناہوں کی اصل حرص، حسد، تکبر میں آپ پائیں گے یہ تینوں تباہ کن ہیں انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتیں۔ اس کے علاوہ جب انسان زیادہ کھاتا ہے، زیادہ سوتا ہے۔ ہر طرح سے آرام سے رہنے کی خواہش رکھتا ہے۔ خراب لوگوں میں خلط ملط ہوتا ہے تو پھر وہ بیکار ہوتا جاتا ہے اور شرفِ انسانیت سے گرتا جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بسا اوقات مال و حکومت کی طلب میں انسان کافر بن جاتا ہے اور دل سیاہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ہاں وہ لوگ جو توفیقِ ایزدی سے خوفِ الہی سے روتے بھی رہتے ہیں۔ گناہوں کے ساتھ نیکیاں بھی کرتے رہتے ہیں تو اُن کا قلب دو مرحلوں سے گذرتا رہتا ہے کبھی میلا ہو جاتا ہے اور کبھی آنسوؤں سے دھل کر صاف ہونے لگ جاتا ہے۔ بعض بد نصیب ایسے ہیں کہ وہ نیکی کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔ یہ ازلی شقی القلب ہیں اور ان کا مرض لاعلاج ہے۔

یہ کبھی نہ بھولیں کہ جسم کی راحت کم کھانے میں ہے، رُوح کی راحت کم گناہ کرنے میں ہے، دل کی راحت کثرت سے ذکر کرنے میں ہے اور زبان کی راحت کم بولنے میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیثِ مبارکہ کو کبھی نہ بھولیں:

”وقت کا صحیح استعمال عبادت ہے اور غلط استعمال خیانت ہے۔“

جہاں اس کا ذہن خالی ہو اُسی وقت دشمن کا حملہ ہو جائیگا۔ اب شیطان جیتتا ہے یا آپ جیتتے ہیں یہ تو بعد میں پتہ چلے گا۔

صوفیائے کرام کا ایک قول ہے ”الوقت السیف“ وقت ایک تلوار ہے یہ تلوار ایسی ہے کہ اگر آپ دشمن پر استعمال کریں تو آپ اپنے دشمنوں کو زیر کر سکتے ہیں۔ اگر آپ اس کی طرف سے غفلت برتیں گے تو یہ تلوار آپ کو کاٹ کر رکھ دے گی۔ ان بزرگوں کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے وقت کا صحیح استعمال کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں تمہیں نکما بیٹھے ہوئے دیکھوں کہ نہ تم دنیا کا کوئی کام کر رہے ہو اور نہ تم اپنی آخرت کو سنوار رہے ہو۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جو دن نیکی کے بغیر گذر گیا۔ وہ روئے جانے کے قابل ہے۔

آج ہر چیز قدم میں بڑھ گئی ہے سوائے انسان کے۔ آج سے 60/65 سال کے دور کو یاد کرتا ہوں تو عقل و ادراک شل ہو جاتے ہیں۔ معاشرہ کس قدر ناقابل اصلاح ہو گیا ہے۔ اُس وقت جو انسان اگر خود نمازی یا دیندار نہ تھا لیکن وہ دین کا بے حد احترام کرتا تھا اور علمائے دین اور درویشوں کی تو دلوں پر حکمرانی تھی۔ اگر جلسے میں ذرا اشارہ کر دیتے تو انگریز سے ٹکرا جاتے انہی بندوق کی گولیوں کی پرواہ نہ کرتے۔ اب تو اتنا زوال ہے کہ ساری دنیا دہشت

گردی کی لپیٹ میں ہے۔ مولوی صاحبان اور پیر صاحبان کے پاس (ماسوائے چند نفوس قدسیہ کے) ٹھاٹھ دار مکان ہیں، کاریں ہیں۔ انہیں بھی اپنی جان کی حفاظت کے لئے کلاشنکوف بردار محافظ ہر وقت چاہئیں۔ اب وہ گزرتے ہیں تو لوگ اُن کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے۔ ایک وقت تھا اس بندہ عاجز کے ساتھ بگڑے ہوئے امیروں سے ملاقات ہو جاتی۔ ذرا دین کی بات آتی تو کہتے کہ یہ میرا Personal Matter ہے۔ میں نے اکثر کو کہا کہ میں نے بے شمار اموات، جنازے اور اُن کی قبروں کے گڑھے بھی دیکھے۔ جرنیلوں کو کروفر کے ساتھ سپردِ خاک ہوتا بھی دیکھا۔ اُن کی وردی اور ٹوپی وغیرہ کو بھی قبر میں رکھتے ہوئے دیکھا لیکن میں نے اُن اللہ کے باغیوں کا بڑا دردناک منظر بھی دیکھا۔ آخری وقت ہے۔ آنکھیں کھلی ہیں اور ملتتی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح بچا لیا جائے اور بچ جائیں تو خدا کے بندے بن کر رہیں گے۔ قبرستان گئے تو قبر کے گڑھے میں سب پھینک کر آگئے۔ بلا سے کفن چور رات کو آ کر کفن اُتار کر برہنہ کر دے۔ حضرت بایزید بسطامی سلطان العارفين کے پاس ایک کفن چور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آپ نے پوچھا سناؤ کیا حال ہے۔ کتنے مُردے دیکھے اور اُن کا قبر میں کیا حال تھا۔ اُس نے کہا حضور کم و بیش ایک ہزار مُردوں کے کفن اُتارے۔ صرف دو مُردوں کے مُنہ قبلہ کی طرف تھے۔ باقی سب کے مُنہ قبلہ کی طرف سے پھرے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا۔ ایسا ہی ہے۔

عزیزانِ من! ایمان زبان سے اقرار کرنا، دل سے تصدیق کرنا اور اعضاً

سے عمل کرنے کا نام ہے۔

سب سے بڑی دولت زبانِ ذاکر، زبانِ شکر اور زبانِ فرمانبردار ہے۔
اور یہ بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ جو کام نبی کے حکم کے خلاف ہو اگرچہ لبشکل
عبادت ہی ہو، گناہ ہے۔

راسخ العقیدہ ہونے کے ساتھ عزیمت اور استقامت ضروری ہیں۔ اپنے
نصب العین سے جنون کی حد تک لگاؤ ہونا چاہیے۔

گناہ سے بچنے کے لئے پہلی ضروری چیز دین کا صحیح علم ہے۔ صحیح علم ہو گا تو
آپ راسخ العقیدہ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”یہ علم
(یعنی کتاب و سنت کا علم) دین ہے۔ پس جب اُس کو حاصل کرو تو یہ
دیکھ لو کہ کس سے اپنا دین حاصل کر رہے ہو۔“ پھر فرمایا۔ ”علم کی آفت بھول جانا
ہے اور علم کی بربادی نااہل کو علم پڑھانا ہے۔“

”جو حصولِ علم کے لئے کوشش کرتا ہے وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے۔“

”علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔“

”انسان کی قدر و قیمت علم کے مطابق ہوتی ہے۔“

”اُس مسلمان کی کوئی قدر و قیمت نہیں جو نہ اُستاد بنا نہ طالبِ علم۔“

عزیزانِ من! دنیا کے سفر کے لئے بھی انسان رفیق تلاش کرتا ہے تاکہ سفر

اچھا کٹ جائے۔ اسی طرح ہم سب یہاں مُسافر ہیں اپنے وطن سے دُور اور

ہمیں اپنے وطن واپس جانے کیلئے سفر کرنا ہے۔ اُس سفر کے لئے بھی رفیق کی ضرورت

ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد اقدس ہے ” پہلے رفیق کی تلاش کرو اور پھر رستہ چلو“

ایمان کا علم دین کے علمائے حق سے ملتا ہے اور ایمان کی حفاظت کسی نفس کُش (یعنی مردِ کامل) کا دامن پکڑنے سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں دو طرح کے علوم عطا ہوئے۔ ایک کو ہم نے تم میں پھیلا دیا اور دوسرا یہ ہے کہ اگر میں اُس کو بیان کر دوں تو میرا گلا کاٹ ڈالا جائے (علمِ باطنی)۔ پہلا علم ظاہر ہے جو علماء کے ذریعے سے مسلسل پہنچ رہا ہے اور دوسرا علم باطن ہے۔ یہ سینے کا علم ہے یہ فقرا کے ذریعے طالبانِ حق کو پہنچ رہا ہے اُن ہی کو جو اس کے اہل ہیں اور اس کی استعداد رکھتے ہیں۔ ہر شخص اپنے مزاج، حالات اور ترجیحات زندگی کو خوب جانتا ہے۔ انسان کو بیعت ضرور کرنا چاہیے۔ اس کی بے شمار برکتوں سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔ بالخصوص آج جبکہ ہر طرف فسق و فجور پھیلا ہوا ہے یہ آپ پر ہے کہ کسی اہل ظاہر یعنی عالم کے ہاتھ پر بیعت کریں اور اگر آپ کے اندر جذبات ایسے ہیں جن کی وجہ سے آپ کسی پیرِ طریقت کا ہاتھ پکڑنا چاہتے ہیں تو پھر یہ دیکھ لیں کہ وہ مردِ کامل ہے اور آپکی راہنمائی راہِ سلوک میں صحیح طور پر کر سکتا ہے۔ ظاہری یا باطنی پیر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے وسیلے ہیں۔ بیعت کے بارے میں حدیث شریف ہے :

” یعنی جو شخص مرگیا اور اس کی گردن میں بیعت نہیں ہے تو وہ مرگیا

جاہلیت کی موت اور جس نے اپنے ہاتھ اللہ کی اطاعت میں اٹھائے وہ روزِ قیامت اللہ سے ملے گا اور اس کے واسطے کوئی حجت نہیں ہوگی۔“
بس اس راہ میں پیرِ کامل کی دستگیری لازم ہے۔ پس رہبرِ کامل کی تلاش کرو اس کے بغیر محرومی کا سامنا ہے۔

قرآنِ پاک میں ارشاد ہے :

”جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ عاقبت میں بھی اندھا رہے گا۔“
عجیب بات یہ ہے کہ فقراءِ شریعت کا علم علماء سے حاصل کرتے ہیں اور علومِ باطنی کے لئے علماء کو فقراء کی غلامی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ بیعتِ سنتِ رسول اللہ ہے۔ پیرِ کامل کی صحبت سے دنیا کی محبت جاتی رہتی ہے۔ سارا فتنہ اسی محبت کا برپا کیا ہوا ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ قدسی ہے ”جس طرح ترکِ دنیا تمام عبادت کی جڑ ہے اسی طرح حبِ دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے“ جب قرآنِ کریم میں ارشاداتِ ربّانی اور احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) مطالعہ میں رکھو گے تو بفضلہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے میں بے حد مدد ہوگی۔ ادھر مُرشدِ کامل کا سایہ۔ اُس کی برکات۔ آپ بیعت کرتے ہی امن کے قلعے میں آجاتے ہیں۔ وسیلہ بڑی چیز ہے۔

عزیزانِ من! کتابیں پڑھتے پڑھتے نگاہ کمزور کیوں نہ ہو جائے اور مجاہدہ کرتے کرتے پیٹھ کبریٰ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ نفسِ کمینہ نہیں مرتا۔ یہ کسی مردِ کامل سے بیعت کرنے کے بعد ہی ادھوا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ارشاد

فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيَّ الْوَسِيلَةَ
وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ (۵:۳۵)

اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور ڈھونڈو اُس طرف وسیلہ
اور کوشش و محنت کرو اُس کی راہ میں تاکہ فلاح کو پہنچو۔

”اتَّقُوا“ میں جملہ اوامر و نواہی شامل ہیں ”وَابْتَغُوا إِلَيَّ الْوَسِيلَةَ“ سے بیعتِ پیر و مُرشد مراد ہے اور ”جَاهِدُوا“ سے ریاضت و
مجاہدہ نفس اور ”سَبِيلِهِ“ سے مُراد راہِ معرفتِ الہی ہے یعنی پیرِ کامل سے
بیعت کرے۔ اس کے ارشاد کے مطابق حصولِ معرفت کے لئے ریاضت و
مجاہدہ میں مشغول رہے تاکہ دیدارِ الہی سے مشرف ہو۔

عزیزانِ من! گناہوں سے بچنے کے لئے سب سے زیادہ مجرب طریقہ
ذکر اللہ ہے۔ کثرت سے ذکر کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی جگہ زور
دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا ہے :

”تم خدائے تعالیٰ کا اس کثرت سے ذکر کرو کہ لوگ کہنے لگیں کہ یہ تو مجنون
ہو گیا ہے۔“

”ہر چیز کے لئے صیقل ہوتا ہے اور قلب کے لئے صیقل ذکر اللہ ہے۔“
”خدا کے ذکر کے سوا اور بہت باتیں نہ کیا کرو۔ اس لئے کہ خدا کے ذکر کے
سوا کثرت سے اور باتیں کرنا دل کو سخت کر دیتا ہے اور وہ لوگ جو خدا سے دُور

ہیں (یعنی اُس کے ذکر سے غافل ہیں) سخت دل آدمی ہیں۔“
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”ہر چیز کے لئے صفائی ہے اور دل کی
 صفائی خدا کا ذکر ہے اور کوئی چیز خدا کے عذاب سے بچانے والی ذکر الہی سے
 بہتر نہیں۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ
 لوگ دنیا کی باتیں مسجدوں میں کریں گے بس اُس وقت تم اُن لوگوں میں
 نہ بیٹھنا۔ خدا کو ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں۔“

دین کے لئے دیکھ لو کہ کس عالم سے سیکھ رہے ہو کیونکہ آجکل بد عقیدہ
 لوگوں کا زور ہے اور زیادتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”خبردار
 ہو کہ شریروں میں بدترین بُرے علماء ہیں اور بھلے لوگوں میں سب سے بہتر
 بھلے علماء ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ”اسلام کو تباہ کرتا
 ہے پھسلنا عالم کا (یعنی اُس کا غلطی یا گناہ کرنا)۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”مجھے بتایا گیا ہے کہ جب عالم
 بے عمل جہنم میں داخل ہوگا تو اُس میں اس قدر بدبو ہوگی کہ اہل دوزخ
 کا دماغ چکر اچائے گا۔ لوگ اُس سے دریافت کریں گے تو کون ہے؟ تو یہ نہایت
 حسرت سے کہے گا میں ایسا عالم ہوں جس نے اپنے علم سے کوئی نفع حاصل نہیں
 کیا۔“

اے عزیز! ذکر کی جہاں اتنی فضیلت بیان کی گئی ہے وہاں اہل ظاہر سے

تُو ذکرِ لسانی کا سبق لے سکے گا۔ باقی بے شمار ذکر ہیں جیسے کہ ذکرِ قلبی، ذکرِ رُوحی، ذکرِ سَمَوِی اور ذکرِ خُفِی وغیرہ اور یہ کہ ذکرِ لسانی سے ذکرِ قلبی ہزار درجہ افضل ہے اور ذکرِ قلبی سے ذکرِ رُوحی ہزار درجہ افضل ہے اور ذکرِ رُوحی سے ذکرِ سَمَوِی ہزار درجہ افضل ہے اور ذکرِ سَمَوِی سے ذکرِ خُفِی ہزار درجہ افضل ہے۔ یہ سب اور ان سے متعلق دیگر سَمَوِیہ تو پیرِ کمال سے ہی حاصل کر کے اپنے نفس کو ہلاک کر گیا اور تیرے اندر نفس ہی تو منبعِ شر ہے۔ یہی دل کو خراب کرتا ہے اور تجھے گناہ کی ترغیب دیتا رہتا ہے۔

نفس کے بارے میں حدیث شریف ہے :

جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا

اُس نے اپنے پروردگار کو بقا سے پہچانا

انسان بڑی بھُول میں ہے۔ غفلت کی انتہا کی وجہ سے اسے یاد ہی نہیں آتا کہ اس نے اپنے ربِّ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے اور اگر اعمال خراب ہوئے تو جہنم کا ایندھن بننا ہے اور قیامت کا دن وہ دن ہے جب نفسا نفسی ہوگی کوئی کسی کو اپنی نیکی نہیں دیکھا اور اس کی نجات کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔ اگر اُس نے اس دُنیا کو فانی سمجھا ہوتا تو وہ اُس کو برباد کرتا اور اپنے نیک اعمال سے آخرت کے گھر کو آباد کرتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس کو ایک نہایت بامعنی کہانی سنائی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نے فرمایا۔ ایک شخص کے تین دوست تھے۔ یہ شخص جب بیمار پڑا اور مرنے کے قریب ہوا تو اُس نے اپنے ایک دوست سے دریافت کیا تم اس وقت میری کیا مدد کر سکتے ہو۔ دوست نے بے بسی میں عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں میں نے ہمیشہ بُرے وقت میں آپ کا ساتھ دیا ہے اور عمر بھر خدمت کرتا رہا ہوں لیکن افسوس کہ میرے پاس موت کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اُس شخص نے دوسرے دوست کو طلب کیا اور مدد چاہی۔ اُس نے کہا۔ میں آپ کی اس مشکل وقت میں اتنی مدد کر سکتا ہوں کہ اگر آپ وفات پا جائیں تو آپ کو نہلا کر کفن پہنا دوں اور عمدہ سی قبر میں دفنا کر مزار پر پھول چڑھا دوں۔ پھر تیسرے دوست سے پوچھا۔ تم کیا مدد کر سکتے ہو۔ اُس نے کہا۔ آپ فکر نہ کریں۔ موت کے بعد آپ کا ساتھ دوں گا۔ قبر میں جاؤنگا اور آپ کے ساتھ رہوں گا اور قیامت والے دن آپ کے ہمراہ قبر سے نکلونگا۔ قصہ سنانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ تینوں دوست کون تھے۔ وہ شخص بولا۔ نہیں میں نہیں جانتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے کا نام ”مال“ دوسرے کا ”غیاں“ اور تیسرے کا ”اعمال“۔

عزیزانِ من! خوش نصیب ہے وہ مومن جو مجاہدۃ نفس میں کامیاب ہوا اور اُس کے بعد نور اس کے سینہ میں داخل ہوا۔

حدیث شریف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشادِ ربّانی پڑھا جس کو اللہ ہدایت دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو اُس کے سینہ کو اسلام کیلئے کھول دیتا ہے۔

اُس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نورِ سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اس کی کوئی مخصوص علامت ہے۔ فرمایا ہاں اس کی مخصوص علامت ہے کہ آدمی کا دل اس دُنیا سے اُچاٹ ہو جاتا ہے اور ہمیشگی کے گھر کا وہ مشاق ہو جاتا ہے اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری میں لگ جاتا ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے اچھی صحبت کا اختیار کرنا اپنے اوپر لازم کر لو۔

صحبتِ صالح ترِ صالح کند

صحبتِ طالع ترِ طالع کند

ارشادِ ربّانی ہے: ”سچے لوگوں کا ساتھ اختیار کرو۔ اور ارشادِ نبوی ہے کہ نیک صالح دوست کی مثال عطرِ فروش کی سی ہے اگر وہ تمہیں عطر نہ دے تو اُس کی خوشبو تو تجھ تک پہنچتی رہے گی۔ اسی طرح بُرے دوست کی مثال لوہا کی سی ہے اگر اس کی روشن کردہ آگ تجھے نہ جلانے تو اُس کی گرمی تو تجھ تک پہنچے گی جو یقیناً نقصان دہ ثابت ہوگی۔“

حدیثِ شریف:

”بُرے دوست سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے صالح دوست بہتر ہے۔“
اگر کسی انسان کو پہچاننا ہو تو اُس کو کردار یا اُس کے دوست کے ذریعے سے پہچانے۔

عزیزانِ من! قرآنِ کریم، احادیثِ شریف اور اقوالِ آئمہ کرام میں اچھے

دوست کی محفل میں بیٹھنے کی بار بار تاکید آئی ہے۔
 اللہ تعالیٰ سے عاجزی سے اُمید رکھتا ہوں کہ مندرجاتِ بالا آپ کو
 گناہوں سے بچنے میں کافی راہنمائی کریں گے۔ کیونکہ آپ جتنا گناہ سے بچیں گے
 یا بچنے کی کوشش کریں گے اتنی ہی آپ کی توبہ پائیدار اور برکت والی ہوگی۔

زہد و تقویٰ اور محاسبہٴ نفس سے توبہ کی حفاظت کرو

مشائخ اور ائمہ کرام کے زرین اقوال :

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :
— ”اگر کوئی یہ کہے کہ (حصولِ تقویٰ) کے طریقے کو کس طرح حاصل کیا جاسکتا
ہے تو اُس کو بتا دیا جائے کہ اس راستہ کے حصول کا مدار ہے سچے دل سے اللہ کی
پناہ حاصل کرنا۔ سب سے الگ ہو کر اللہ کا ہو جانا، اُسی کے اوامر و نواہی کی
تعمیل کر کے اُس کی اطاعت و بندگی کی پابندی، اپنے آپ کو تقدیرِ الہی کے
سُپردہ کر دینا، اُس کے حدود کی حفاظت کرنا اور ہمیشہ اپنے حال کی نگہداشت کرنا۔“
— ”بیک وقت اگر تمام گناہوں سے توبہ ممکن نہ ہو تو بعض گناہوں سے
توبہ کرنا اور بعض سے نہ کرنا جائز ہے۔ مثلاً کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے اور صغیرہ
سے نہ کرے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کبائر بڑے گناہ ہوتے ہیں
اور یہ اللہ تعالیٰ کے عتاب اور سخت عذاب میں مبتلا کرنے والے ہیں، اور
صغیرہ گناہوں کا درجہ کمتر ہے اس لئے ان کی معافی کا راستہ قرینی ہے۔ یہ خیال
کر کے کبائر سے توبہ کرنا دشوار نہیں ہے۔ اس کے بعد جب دل میں ایمان و

یقین مستحکم ہو جائے اور ہدایت کے انوار ظاہر ہو جائیں اور اللہ کی طرف رجوع ہونے میں بندہ کا سینہ کھل جائے تو اُس وقت تمام صغائر اور کبائر سے گناہوں کی باریکیوں، شرکِ خفی، دلوں کے گناہ اور مقامات و حالات کے تمام گناہوں سے توبہ کرے بلکہ اس کے بعد تو ہر مقام اور ہر حالت کے گناہ سے بھی توبہ کرتا رہے گا۔“

تقویٰ کی تکمیل کی شرائط

”انسان جب تک ان دس باتوں کو پورا نہ کرے اُس وقت تک اُسے

کامل تقویٰ حاصل نہیں ہوگا :

- (1) غیبت سے زبان کو روکنا
- (2) بدگمانی سے بچنا اور پرہیز کرنا
- (3) مزاح سے اجتناب کرنا
- (4) نامحرم سے آنکھیں بند رکھنا
- (5) زبان (گفتگو) کی سچائی
- (6) اللہ کے احسان کو پہچاننا تاکہ مغرور نہ ہو جائے
- (7) راہِ حق میں مال کو خرچ کرنا، ناجائز راستہ میں خرچ نہ کرنا
- (8) دُنیا میں عروج اور غرور کا طالب نہ ہونا
- (9) نماز پنجگانہ کی اُن اوقات میں حفاظت (اُن کو ادا کرنا) اور

اُن کے رکوع و سجد میں پابندی کرنا
(10) مذہب سنت و الجماعت پر قائم رہنا۔“

— حضرت میمون بن مهران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں :
” آدمی اُس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے نفس سے
اُس سے بھی زیادہ حساب فہمی نہ کرے جس طرح ایک بخیل شریک تجارت
اپنے شریک سے کرتا ہے یا ایک ظالم بادشاہ اپنے دیوان سے۔“
— حضرت بو تراب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

” منزلِ تقویٰ سے پہلے پانچ گھاٹیاں آتی ہیں جب تک تو اُن کو عبور نہیں
کرے گا منزلِ تقویٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔“

(1) نعمت پر فقر کو ترجیح (2) بقدر کفایت روزی کو کثیر روزی پر ترجیح
(3) ذلت کو عزت پر ترجیح (4) رنج کو راحت پر ترجیح (5) موت کو زندگی
پر ترجیح دینا۔“

— حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :
” توبہ کے بعد کا ایک گناہ توبہ سے پہلے کے ستر (70) گناہوں سے بدتر ہے۔“
— حضرت سہل بن عبد اللہ نے فرمایا :

” توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو نہ بھولے۔“ (یہ اپنے مریدوں اور اُن
لوگوں کے احوال کی طرف اشارہ ہے جو کبھی تو اپنے نفع کے سلسلے میں سوچتے

ہیں اور کبھی نقصان پر افسوس کرتے ہیں)۔

— حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”توبہ یہ ہے کہ اپنے گناہوں کو بھول جاؤ۔“ (یہ محققین کی توبہ کی طرف

اشارہ ہے)۔

— حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”عوام کی توبہ گناہوں سے ہوتی ہے اور خواص کی غفلت سے“

— حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”توبہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ سے توبہ کی جائے“

— حضرت عبد اللہ بن محمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”ایک توبہ کرنے والا تو اپنی لغزشوں سے توبہ کرتا ہے۔ ایک تائب غفلت

سے توبہ کرتا ہے اور ایک توبہ کرنے والا بُرائیوں کے دیکھنے سے توبہ کرتا ہے“

— حضرت ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”خالص توبہ یہ ہے کہ تائب کے ظاہر و باطن میں معصیت کا شائبہ بھی

باقی نہ رہے“

— ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”توبہ دو طرح کی ہے۔ توبہ انابت اور استجابت۔ توبہ انابت یہ ہے کہ بندہ

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے توبہ کرے۔ توبہ استجابت یہ ہے کہ بندہ خداوند تعالیٰ

کے لطف و کرم سے حیا کرتے ہوئے توبہ کرے“

— حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
 بغیر توبہ کے مغفرت کی اور بغیر عملِ ثواب کی اُمید نہ رکھ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ
 سے غافل ہونا اُس کے غضب میں مبتلا کر دیتا ہے اور ایسے اعمال کا ارتکاب
 کرنا جن سے وہ راضی نہ ہو اور اُس پر مغفرت کی آرزو کرنا تیسری آرزو کی
 فریب خوردنی ہے۔

توبہ واستغفار کے بارے میں چند ارشاداتِ ربّانی

اے ایمان والو! اللہ کی طرف توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

اور جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ سے معافی چاہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور جو کوئی بُرائی یا اپنی جان پر ظلم کرے۔ پھر اللہ سے بخشش چاہے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

تو کیوں نہیں رجوع کرتے اللہ کی طرف اُس سے بخشش مانگنے اور اللہ سے بخشنے والا مہربان۔

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے اُس کی توبہ قبول کی۔ بے شک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا۔

بے شک وہ جو ایمان لا کر کافر ہی رہے اور پھر اور کفر میں بڑھے۔ اُن کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔

وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ اُنہی کی ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھیں پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں۔ ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

تم میں سے جو نادانی سے کچھ بُرائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور کچھ اور ہیں جو اپنے گناہوں کے مقرر ہوئے اور ملایا ایک کام اچھا اور دوسرا بُرا۔ قریب ہے کہ اللہ اُن کی توبہ قبول کرے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اپنے رب سے معافی چاہو۔ پھر اُس کی طرف رجوع لاؤ۔ بے شک

تمہارا رب مہربان محبت والا ہے۔

پھر بے شک تمہارا رب اُن کے لئے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھیں پھر اُس کے بعد توبہ کر لیں اور سنور جائیں۔ بیشک تمہارا رب ضرور بخشنے والا ہے۔

ہاں جو کوئی زیادتی کرے اور پھر بُرائی کے بعد بھلائی سے بدلے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

اُتاری گئی ہے یہ (بلند مرتبہ) کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت عذاب کرنے والا اور بڑے انعام والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف پھرنا ہے۔

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو مگر وہ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں اُن کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

مگر جنہوں نے اُس کے بعد توبہ کی اور آپا سن بھالا تو ضرور اُنکا بخشنے والا

مہربان ہے۔

اور تم میں سے جو مرد اور عورت ایسا کام کرے، اُن کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نیک ہو جائیں تو اُن کا پیچھا چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

تو وہ جو اپنے ظلم کے بعد توبہ کرے اور سنور جائے تو اللہ اپنی مہر سے اُس پر رجوع فرمائے گا۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر بے شک تمہارا رب اُن کے لئے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھیں پھر اُسکے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں۔ بے شک تمہارا رب اُس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

مگر جو تائب ہوئے اور ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور اُنہیں کچھ نقصان نہیں دیا جائے گا۔

اور بے شک میں بہت بخشنے والا ہوں۔ اُسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اچھا کام کیا پھر ہدایت پر رہا۔

مگر وہ جو اُس کے بعد توبہ کر لیں اور سنور جائیں تو بے شک اللہ بخشنے

والا مہربان ہے۔

مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ایسوں کی بُرائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دیکتا اور بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرے اور اچھے کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہئے تھی۔

ہاں جو کوئی زیادتی کرے اور پھر بُرائی کے بعد بھلائی سے بدلے تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

تو وہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھا کام کیا۔ قریب ہے کہ وہ راہ یاب ہو۔

کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقے خود اپنے دستِ قدرت میں لیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ اُہنی کی ہے جو نادانی سے بُرائی کر بیٹھے۔ پھر تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں۔ ایسوں پر اللہ اپنی رحمت سے رجوع کرتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

اور وہ توبہ اُن کی نہیں جو گناہوں میں لگے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں کسی کی موت آئے تو کہے اب میں نے توبہ کی اور نہ اُن کی جو کافر میں۔ اُن کے لئے تو ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو اور پھر اُسی کی طرف توبہ کرو۔ تمہیں بہت اچھا برتنادے گا ایک ٹھہرائے وعدے تک اور ہر فضیلت والے کو اُس کا فضل پہنچائے گا اور اگر منہ پھیرو تو میں تم پر بُرے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔

تو اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے اُس کی پاکی بولو اور اُس سے بخشش مانگو۔ بیشک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

استغفار اور توبہ کے بیان میں چند احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(1) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے خدا کی میں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں ستر (70) بار سے زیادہ۔

(2) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگو! توبہ کرو خدا سے۔ میں توبہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں سو (100) بار۔

(3) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہ کرو تو خدا تم کو ختم کر دے اور تمہاری جگہ ایک ایسی قوم کو لے آئے جو گناہ کرے اور خدا سے مغفرت چاہے اور پھر خدا اُن کے گناہوں کو بخش دے (اس سے مقصود گناہ کی ترغیب نہیں بلکہ اپنی شانِ مغفرت کا اظہار مقصود ہے)۔

(4) ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ دراز کرتا ہے ہاتھ اپنا رات کو تاکہ توبہ کرے گناہ کرنے والا دن کا اور پھیلاتا ہے اپنا ہاتھ دن کو تاکہ توبہ کرے گناہ کرنے والا رات کا اور وہ اس

توبہ کو قبول کرے اور یہ سلسلہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ نکلے آفتاب مغرب کی جانب سے یعنی قیامت تک۔

(5) عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب اقرار کرتا ہے اپنے گناہ کا اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اُس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

(6) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک بندہ نے ایک گناہ کیا اور پھر کہا۔ اے پروردگار میں نے گناہ کیا تو اُس کو معاف کر دے۔ یہ سُن کر خداوند تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے کہ میرے بندہ کو اس کا علم ہے کہ اُس کا ایک پروردگار ہے جو بخشتا ہے گناہوں کو (جب اُس کا جی چاہے) اور پکڑتا ہے گناہوں پر (جب اُس کا جی چاہے) پس بخش دیا میں نے اپنے بندہ کے گناہ کو۔ پھر باز رہا بندہ گناہ سے کچھ دن۔ اُس کے بعد پھر گناہ کیا اور کہا اے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے تو اس کو معاف کر دے۔ پس کہا خدا نے فرشتوں سے۔ جانتا ہے میرا بندہ کہ اُس کا ایک پروردگار ہے جو بخشتا ہے گناہوں پر۔ بخش دیا ہے میں نے اس کو۔ پھر باز رہتا ہے بندہ گناہ سے اور اس کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور یہ کہتا ہے۔ اے رب میں نے ایک اور گناہ کیا ہے تو اُس کو بخش دے۔ پس کہا خداوند تعالیٰ نے فرشتوں سے میرے بندے کو یہ معلوم ہے کہ اُس کا ایک رب ہے جو معاف کرتا ہے گناہوں کو اور پکڑتا ہے گناہوں پر۔ پس بخشتا میں نے اُس کو۔ اب

وہ جو چاہے کرے۔

(7) جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بیان کی کہ ایک شخص نے یہ کہا کہ قسم ہے خدا کی فلاں شخص کو خدا نہیں بخشے گا اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ کون ہے وہ جو مجھ پر قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کو نہیں بخشوں گا۔ پس میں نے بخش دیا فلاں شخص کو اور ضائع کیا تیرے عمل کو۔

(8) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے آدم کے بیٹے! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہیگا اور مجھ سے اُمید رکھے گا (یعنی مجھ سے مانگتا رہے گا اور بخشش کی اُمید رکھے گا) میں بخشوں گا تجھ کو خواہ تو نے کتنا ہی بُرا کام کیا ہو اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہے (یعنی تیرا بخشنا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں)۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان تک بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو میں بخش دوں گا اور مجھ کو اس کی پرواہ نہ ہوگی۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تیرے گناہوں سے زمین بھری ہوئی ہو اور میرے ساتھ تو نے کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں تیرے پاس زمین بھری ہوئی بخشش لیکر آؤں گا۔

(9) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اس بات کو جان لیا کہ میں گناہوں

کے بچنے کی پوری قدرت رکھتا ہوں تو میں اُس کو بخش دوں گا جب تک کہ وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

(10) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص استغفار کو اپنے اوپر لازم قرار دے تو اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ اُس کے لئے نکال لیتا ہے اور ہر غم و رنج سے اُس کو نجات دیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچاتا ہے جہاں سے اُس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

(11) ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے ہر گناہ پر استغفار کی۔ اُس نے گناہ پر اصرار نہیں کیا یعنی ہمیشہ اُس گناہ کو نہیں کیا۔ اگرچہ اُس نے دن میں ستر (70) بار اُس گناہ کو کیا ہو اُس کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔

(12) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر انسان خطا کار ہے (یعنی ہر شخص گناہ کرتا ہے) اور بہترین گنہگار یا خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

(13) ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان نے عرض کی قسم ہے تیری عزت کی اے پروردگار میں تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا جب تک کہ اُن کی رُو حیں اُنکے جسموں میں ہیں۔ پروردگار بزرگ و برتر نے فرمایا اور قسم ہے مجھ کو اپنی عزت اور اپنے جلال کی اور اپنے بلند مرتبہ کی جب تک میرے بندے مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں ہمیشہ

اُن کو بخشا رہوں گا۔

(14) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے بندے کی اُس وقت تک جب تک کہ خیرہ یعنی موت کا گرا نہیں لگتا۔

(15) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی هُوَ اَهْلُ التَّقْوَىٰ وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ یعنی وہی ہے مالک تقویٰ کا اور وہی ہے مالک بخشش کا اور پھر فرمایا کہ تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ میں اس قابل ہوں کہ لوگ میرے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے بچیں پس جو شخص اس سے بچتا ہے میں اس قابل ہوں کہ اُس کو بخش دوں۔

(16) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کہیں تشریف فرما ہوتے تو ہم آپ کے اس استغفار کو شمار کرتے۔ آپ ایک ایک نشست میں ان کلموں کو سو (100) بار فرماتے : رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ إِلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ

(17) بلال بن یسار بن زید کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور اُن سے بیان کیا اُن کے والد نے کہ اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَآتُوْبُ إِلَيْهِ کہے، بخش دیئے جاتے ہیں اُس کے گناہ اگرچہ وہ بھاگا ہو جہاد سے۔

(18) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کہ اللہ تعالیٰ جنت میں نیک بندہ کا درجہ بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ پوچھتا ہے
اے پروردگار مجھ کو یہ درجہ کیونکر ملا؟ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے تیرے بیٹے کے
استغفار کی بدولت۔

(19) عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ قبر میں مُردہ کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسی کہ ڈوبنے والے شخص کی
ہوتی ہے وہ ہر وقت اپنے متعلقین یعنی ماں باپ بھائی یا دوست کی طرف دُعا
کا منتظر رہتا ہے اور جس وقت دُعا اُس کو پہنچتی ہے تو وہ اُس کے نزدیک دُنیا
اور دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اور خداوند تعالیٰ قبر والوں کو
دُنیا والوں کی دُعا کی بدولت ان بڑا ثواب پہنچاتا ہے جیسا پہاڑ اور زندوں کی
طرف سے مُردوں کے لئے بہترین ہدیہ استغفار ہے۔

(20) عبد اللہ بن سیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خوشخبری ہے اُس شخص کے
لئے جس کے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار پایا جائے۔

(21) ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ خداوند تعالیٰ بخشتا ہے اپنے بندے کے گناہوں کو جب تک بندہ کے اور
رحمتِ حق کے درمیان پردہ حائل نہ ہو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! پردہ
کیا ہے۔ فرمایا یہ کہ آدمی شرک کی حالت میں مرے۔

(22) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ جو شخص خدا سے اس حال میں ملے کہ اُس کے برابر کسی کو نہ ماننا ہو یعنی

شُرک نہ کرتا ہو) تو اگر اس کے اوپر پہاڑ کے برابر بھی گناہ ہوں گے تو خدا اُن کو بخش دے گا۔

(23) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسے اُس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں۔

(24) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت تمہاری جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہے اور دوزخ بھی اسی کی مانند ہے۔ (اس لئے انسان کو چاہیے کہ کثرت سے توبہ کر کے جنت کے قریب رہے اور دوزخ سے دُور)۔

(25) ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا جب اُس کی موت کا وقت آیا تو اُس نے اپنے بیٹوں سے وصیت کی کہ جب وہ مر جائے تو اُس کو جلا دینا اور اُس کی آدھی راہ کو جنگل میں اڑا دینا اور آدھی دریا میں بہا دینا۔ پس قسم ہے خدا کی اگر اللہ کو اُس پر قابو حاصل ہو گیا تو وہ اُس کو ایسا عذاب دے گا کہ دُنیا میں (آج تک) کسی کو نہ دیا ہوگا۔ پس جب وہ مر گیا تو اُس کے بیٹوں نے اُس کی وصیت کے موافق عمل کیا پھر خدا نے حکم دیا دریا کو اور جمع کی وہ راہ جو اُس کے اندر تھی۔ پھر خداوند تعالیٰ نے (اُس بندے) سے پوچھا۔ تُو نے ایسا کیوں کیا؟ اُس نے عرض کی پروردگار تیرے خوف سے اور تُو خوب

جانتا ہے۔ پس بخش دیا اللہ نے اُس کو۔

(26) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کسی غزوہ میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ ایک جماعت کے قریب سے گزرے اور پوچھا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ اس جماعت میں ایک عورت ہانڈی پکارہی تھی اور اُس کا بیٹا اُسکے پاس تھا۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا تو عورت لڑکے کو پیچھے ہٹالیتی۔ پھر وہ عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا۔ کیا آپ خُدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ عورت نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا اللہ بہت رحم کرنے والا نہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ عورت نے پوچھا۔ کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا نہیں ہے جتنا کہ ایک ماں اپنے بچوں پر رحم کرتی ہے۔ فرمایا ہاں۔ عورت نے کہا ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکا لیا اور روتے رہے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں پر عذاب نہیں کرتا مگر صرف اُن لوگوں پر جو سرکش ہیں اور اللہ سے سرکشی کرتے ہیں یعنی اُس کا حکم نہیں مانتے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرتے ہیں۔

(27) ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنو اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانویں (99) قتل کئے تھے پھر وہ بنو اسرائیل سے یہ پوچھتا ہوا نکلا کہ اُس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں۔

وہ ایک عابد کے پاس پہنچا اور اُس سے پوچھا کہ کیا اُس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔
 عابد نے کہا۔ نہیں۔ اُس نے عابد کو بھی مار ڈالا اور پھر اسی طرح لوگوں سے پوچھتا
 پھر ایک شخص نے اُس سے کہا تو فلاں آبادی میں جا اور (اُس کا) نام وبتہ بتایا۔
 (چنانچہ وہ اُدھر چل دیا) راستہ میں اُس کو معلوم ہوا کہ موت قریب ہے۔ وہ اُدھا
 راستے طے کر چکا تھا۔ موت کو قریب پا کر اُس نے اپنا سینہ آبادی کی طرف بڑھا دیا
 یعنی جب موت نے اُس کو آلیا تو وہ لیٹ گیا اور سرک کر اپنے سینے کو اُس آبادی
 کی طرف بڑھا لیا گویا اُس نے اُدھے راستے سے زیادہ طے کر لیا۔ موت کے فرشتے جن
 میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں تھے۔ اُس کی رُوح قبض کرنے
 آئے اور دونوں میں جھگڑا ہوا کہ کون اس کی رُوح قبض کرے (یعنی رحمت کے
 فرشتے قبض کریں یا عذاب کے فرشتے) خداوند تعالیٰ نے اُس بستی کو جدھر وہ توبہ کے
 ارادے سے جا رہا تھا حکم دیا کہ وہ میت کو اپنے سے قریب کرے یا میت کے قریب
 ہو جائے اور جس آبادی سے وہ چلا تھا اُس کو حکم ہوا کہ تو میت سے دُور ہو جا پھر
 خداوند تعالیٰ نے جھگڑا کرنے والے فرشتوں سے کہا کہ تم دونوں کا فاصلہ ناپو۔
 چنانچہ وہ فاصلہ ناپا گیا۔ ناپنے سے معلوم ہوا کہ جدھر وہ جا رہا تھا اُدھر کا فاصلہ
 ایک بالشت سے کم ہے۔ پس خُدا نے اُس کو بخش دیا۔

نصوحی توبہ کے چند ایمان افروز واقعات

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسرائیلی روایات میں آیا ہے کہ ایک رنڈی گانے کا پیشہ کرتی تھی۔ لوگوں کو اپنے حسن و جمال سے فتنہ میں ڈال رکھا تھا۔ اس کے گھر کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا اور وہ خود کھلے دروازے کے پاس تخت پر بیٹھا کرتی تھی۔ جو شخص ادھر سے گزرتا اور اُس کو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا مگر اُس کے پاس آنے کی اجازت اُسی وقت ملتی جب وہ دس دینار دیتا یا اُس سے زیادہ رقم پیش کرتا۔ ایک روز کوئی اسرائیلی زاہد ادھر سے گزرا۔ اچانک اُس عابد کی نظر اُس فاحشہ عورت پر پڑی وہ عابد بھی اُسے دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا لیکن عابد نے اپنے نفس سے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی کہ وہ اس گناہ کی خواہش اس کے دل سے دُور کر دے۔ وہ برابر اپنے دل کو قابو میں کئے رہا مگر آخر کار دل بے قابو ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُس کے پاس جس قدر مال و متاع تھا وہ سب اُس نے فروخت کر دیئے اور جس قدر دیناروں کی ضرورت تھی جمع کر کے اُس فاحشہ عورت کے دروازے پر آیا۔ فاحشہ نے عابد سے کہا کہ دینار اس کے

وکیل کے سپرد کر دے پھر اُس کے پاس آئے۔ عابد نے اُس کے کہنے کے مطابق کیا۔ وہ اس کے سامنے بنی سنوری بیٹھی تھی۔ عابد دینار دیکر اُس کے پاس بیٹھ گیا۔ جب عابد نے ہاتھ بڑھا کر اس سے لطف اندوز ہونے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کی سابقہ عبادت اور اپنی رحمت سے اُس کو اس طرح سچا لیا کہ عابد کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے اُس کی ناگفتنی حالت کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس فعلِ حرام میں مصروف ہے۔ ہائے ہائے میرے تمام اعمال ضائع ہو گئے۔ پس اُس وقت عابد کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوا اور وہ سارے بدن سے کانپنے لگا۔ اُس کا رنگ فق ہو گیا۔ بدکار عورت نے اُس کا اُڑ رنگ دیکھ کر پوچھا۔ کیا بات ہے؟ عابد نے کہا۔ میں اپنے رب سے ڈر رہا ہوں مجھے واپس جانے دو۔ عورت نے کہا۔ تم بھی خوب ہو۔ سینکڑوں لوگ تو میری آرزو کرتے ہیں کہ مجھے پالیں اور تم میری محبت سے منہ موڑ رہے ہو! عابد نے کہا۔ میں اپنے اللہ سے ڈرتا ہوں۔ رہا وہ مال جو میں نے تم کو دیا وہ مجھے واپس نہیں چاہیے۔ وہ تمہارے لئے حلال ہے۔ وہ تم ہی لے لو اور مجھے جانے دو۔ فاحشہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی تم نے اب سے پہلے یہ لطفِ صحبت نہیں اٹھایا ہے۔ عابد نے کہا۔ ہاں! پھر فاحشہ نے اس کا نام و پتہ دریافت کیا۔ عابد نے اپنا اور اپنے گاؤں کا نام بتا دیا۔ اُس کے بعد عورت نے اُس کو جانے کی اجازت دیدی۔ عابد اُفتاں و خیزاں اپنی حالت پر گریہ کناں وہاں سے واپس آیا۔ اُس کے بعد اُس عابد کی برکت سے عورت کے دل میں بھی اللہ کا خوف

پیدا ہوا اور دل میں کہنے لگی کہ — اُس شخص کا تو یہ پہلا گناہ تھا اور اس کے دل میں اللہ کا اس قدر خوف پیدا ہوا۔ میں تو اتنے برسوں سے یہ گناہ کر رہی ہوں اور میرا رب بھی وہی ہے جو اس (شخص) عابد کا ہے۔ ڈرنا تو مجھے چاہیے تھا۔ اُس کے بعد اُس فاحشہ عورت نے اپنا دروازہ لوگوں پر بند کر دیا۔ شریفانہ لباس پہن کر اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئی۔ ایک دن اُس عورت نے سوچا کہ اب اُس عابد کے پاس چلنا چاہیے۔ کیا تعجب ہے کہ وہ مجھ سے نکاح کر لے۔ اگر ایسا ہو جائے تو میں اپنے دین کی باتیں اُس سے سیکھ لوں گی اور وہ اللہ کی عبادت میں میرا مدد و معاون ہوگا۔ یہ سوچ کر اُس نے اپنا تمام سامان اور روپیہ پیسہ اپنے ساتھ لیا اور عابد کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچ کر عابد کے متعلق لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں نے عابد کو بتایا کہ ایک عورت آئی ہے اور آپکو دریافت کر رہی ہے۔ عابد اُٹھ کر اُس عورت کے پاس پہنچا تو عورت نے اپنے چہرے سے نقاب اُلٹ دیا تاکہ عابد اُس کو پہچان لے۔ عابد نے اُس کو پہچان لیا اور اسی کے ساتھ اُس کو اپنا گناہ بھی یاد آ گیا۔ ایک چیخ ماری اور گر پڑا۔ گرتے ہی اُس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی — اب تو وہ عورت بہت گھبرائی اور اپنے آپ کو بہت کوسنے لگی اور کہنے لگی کہ جس کے لئے میں نے گھر چھوڑا وہ خود ہی دُنیا چھوڑ کر چلا گیا۔ اُس نے لوگوں سے پوچھا۔ کیا اس کے رشتہ داروں میں کوئی ایسا شخص ہے جو مجھ سے شادی کر لے۔ لوگوں نے بتایا۔ عابد کا ایک بھائی نیک اور صالح ہے لیکن وہ مفلس اور تنگ دست ہے۔ عورت نے کہا کچھ مضائقہ

نہیں، میرے پاس کافی مال موجود ہے چنانچہ عابد کے بھائی نے اُس عورت سے نکاح کر لیا۔ نکاح کے بعد اس صالح عورت کے بطن سے سات لڑکے پیدا ہوئے جو سارے کے سارے بنی اسرائیل کے نبی تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک شخص توبہ پر سچتہ نہ رہتا تھا۔ توڑ دیتا تھا۔ 20 سال تک اسی حالت میں رہا۔ وحی ہوئی کہ میرے بندے سے کہو میں اُس پر غضبناک ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس آدمی کو یہ پیغام پہنچایا۔ وہ بڑا غمگین ہوا اور صحرا کی طرف چل پڑا۔ وہ کہہ رہا تھا اے میرے خدا! کیا تیری رحمت ختم ہو گئی یا تجھے میری نافرمانی نے نقصان دیا یا تیری معافی کے خزانے ختم ہو گئے یا تو نے اپنے بندوں پر سخل کیا۔ کونسا گناہ تیری بخشش کی صفت سے بڑا ہے۔ کمینگی تو میری پیدائشی فطرت ہے۔ کیا میری صفت تیری صفت پر غالب آگئی۔ جب تو اپنے بندوں سے رحمت بند کر دے گا تو وہ کس سے اُمید رکھیں گے۔ اگر تیری رحمت ختم ہو گئی ہے اور مجھے عذاب دینا لازم ہو گیا ہے تو پھر اپنے تمام بندوں کا عذاب مجھ پر کر دے۔ میں اپنی جان اُن کے بدلے میں پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور فرمایا اُس کے پاس جاؤ اور کہو کہ تیرے گناہ زمین کے برابر بھی ہوں تب بھی بخش دوں گا۔ تُو نے میرے کمالِ قدرت اور کمالِ رحمت کو جان لیا۔

بنی اسرائیل کا ایک شخص عابد و پرہیزگار تھا مگر کنبہ کافی بڑا تھا۔ فاقے پہ فاقے ہو رہے تھے۔ بیوی سے یہ حال نہ دیکھا گیا تو وہ ایک تاجر کے گھر گئی۔ سارا ماجرا سنایا اور سچوں کے لئے کھانا مانگا۔ تاجر بولا دیدوں گا بشرطیکہ تم اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔ وہ بے چاری سخت پریشان ہو کر گھر آگئی۔ واپس آئی تو بچے کہہ رہے تھے ہمیں کچھ کھانے کو دو۔ ہم مرے جا رہے ہیں۔ یہ عورت پھر اُس تاجر کے پاس گئی اور سچوں کے بارے میں بات کی اور کہنے لگی۔ میں تمہاری بات مانتی ہوں۔ جب خلوت ہوئی تو اس کا جسم مقرر مقرر کانپ رہا تھا جیسے جوڑ جوڑ ابھی اُکھڑ کر گر پڑیں گے۔ اُس تاجر نے کہا۔ تجھے کیا ہوا۔ اُس نے کہا میں خدا تعالیٰ سے ڈرتی ہوں۔ وہ بولا۔ تم اس فقر و فاقہ کے باوجود ڈرتی ہو۔ مجھے تو تم سے زیادہ ڈرنا چاہیے۔ وہ تاجر بُرائی سے رُک گیا اور توبہ کی اور عورت کو بہت سامال دیا جسے وہ سچوں کے پاس لیکر آئی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ فلاں بن فلاں کو کہدو اللہ تعالیٰ نے اُس کے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ آپ نے اُس شخص سے فرمایا۔ شاید تو نے کوئی نیکی کی۔ اُس شخص نے سارا واقعہ آپ کو سنایا۔

حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ابتدا میں بہت امیر تھے۔ ایک روز آپ نے دوکان کھولی اور بیٹھے ہی تھے کہ ایک مُست ملنگ آیا۔ صدالکائی دیکھا کہ کچھ اثر نہیں ہوا۔ بولا۔ ایسے دھندے میں لگے ہوئے ہو تو جان کیسے دوگے۔

آپ جھنجھلا کر بولے۔ جیسے تم دو گے۔ اُس نے کہا۔ میری طرح کیا دو گے۔ یہ کہا اور سر کے نیچے مانگنے والی کشلوں رکھ کر لیٹ گیا۔ زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کی رُوح پرواز کر گئی۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ دُنیا بدل گئی۔ آپ نے اُونچی اُونچی آواز میں کہنا شروع کیا۔ لوگو! فرید الدین عطار کی دوکان لوٹ لو۔ پہلے تو لوگوں نے ویسے ہی سمجھا مگر جب آپ یہ کہہ کر چلے گئے تو لوگوں کو یقین آیا۔ آپ نے توبہ کر کے بیعت کی اور پھر سلوک کی مشکل ترین منازل طے کر کے فقر آ کے اندر ایک منفرد مقام پایا۔ کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی دَور میں صحرا بہ صحرا لوٹ مار کیا کرتے تھے اور ڈاکوؤں کے سردار تھے۔ اس کے باوجود پنجگانہ نماز باقاعدگی سے پڑھتے۔ تسبیح گلے میں ڈالے رکھتے۔ ایک دفعہ کوئی مالدار قافلہ اس جانب سے گذر رہا تھا۔ اُن میں سے ایک شخص کے پاس بہت رقم تھی۔ چنانچہ اُس نے لُٹیروں کے خوف سے صحرا میں کسی محفوظ مقام کی تلاش شروع کی جہاں وہ رقم دفن کر سکے۔ اُس نے ایک جگہ ایک بزرگ کو مصلے سجھائے اور تسبیح پڑھتے ہوئے دیکھا یہ دیکھ کر وہ مطمئن ہو گیا اور وہ رقم بطور امانت اُن بزرگ کے پاس رکھ کر قافلہ کی طرف آیا۔ وہاں دیکھا قافلہ مکمل طور پر لُٹ چکا تھا۔ چنانچہ وہ شخص جب اپنی رقم کی واپسی کے لئے اُن بزرگ کے پاس پہنچا تو آپ نے پوچھا یہاں

کیوں آئے ہو؟ اُس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا اپنی رقم لینے کے لئے۔ آپ نے فرمایا جس جگہ رکھ کر گئے تھے وہیں سے اٹھالو۔ جب وہ اپنی رقم واپس لیکر چلا گیا تو ڈاکوؤں نے کہا۔ یہ رقم آپس میں تقسیم کرنے کے بجائے اُسے کیوں واپس کر دی؟ آپ نے فرمایا۔ اُس نے مجھ پر اعتماد کیا اور میں اللہ پر اعتماد کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ رات میں کوئی قافلہ آکر ٹھہرا اور اُس میں ایک شخص ایک آیت شریفہ کی تلاوت کر رہا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب اللہ کے ذکر سے خوفزدہ ہو جائیں۔ اس آیت کا آپکے قلب پر ایسا اثر ہوا کہ اُسی وقت توبہ کی اور زار و قطار روتے رہے۔ آپ نے پھر سخت مجاہدہ نفس کیا اور آپ مشائخ کے پیشوا بن گئے۔

حضرت بشرحانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماموں کے ہاتھ پر توبہ کر کے بیعت کی۔ آپ کی توبہ کا واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ حالت مدہوشی میں کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا جس پر 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کاغذ کو عطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا اور اُسی شب خواب میں کسی درویش کو منجانب اللہ یہ حکم ملا کہ بشرحانی کو یہ خوشخبری سنادو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے تعظیماً ایک بلند مقام پر رکھا ہے اس کی وجہ سے ہم تمہیں پاکیزہ مراتب عطا کریں گے۔

اُن درویش نے سوچا بشر تو شرابی کبابی ہے نشے میں دھت پڑا رہتا ہے

شاید میرا خواب درست نہ ہو۔ جب آپ کو دوسری اور تیسری مرتبہ یہی خواب
 آیا تو وہ درویش میکدے پہنچے جہاں بشرحانی نشے میں دُھت پڑے ہوئے تھے۔ اُدھر
 جب آپ کو پیغام ملا کہ کوئی درویش آپ سے ملنا چاہتے ہیں تو آپ نے ایک
 آواز سنی۔ اے بشر! کیا تیری توبہ کا وقت ابھی نہیں آیا۔ آپ ڈر گئے اور
 پیالہ شراب کا ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ باہر آئے تو ان درویش نے خوشخبری سنائی
 آپ کا میکدے میں وہ آخری دن تھا۔ آپ نے صدق دل سے توبہ کی اور
 ساری عمر ننگے پاؤں رہے جوئی نہیں پہنی۔ کہتے تھے جب مجھے توبہ نصیب ہوئی
 میں ننگے پاؤں تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مقام عطا کیا کہ جانور کسی
 بھی چلنے والے راستے پر لید یا پشتاب نہیں کرتے تھے صرف آپکے ننگے پاؤں کی وجہ
 سے۔ ایک دن ایک درویش اپنے مُردیوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ آپ نے
 راستے میں جانوروں کی لید دیکھی۔ آپ نے مضطرب ہو کر اپنے مُردیوں سے
 پوچھا۔ کیا بشرحانی رحمۃ اللہ علیہ انتقال کر گئے ہیں (کیونکہ کبھی جانوروں نے
 لید چلتے راستے پر نہ کی تھی)۔ یہ کہہ کر آپ حضرت کے گھر کی طرف روانہ ہوئے
 تو دیکھا آگے سے آپ کا جنازہ آرہا تھا۔

نفس کے بارے میں چند حکایات

ایک بزرگ حق تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھے۔ اُن کے قریب مسلمانوں کی ایک جماعت گزری۔ آپ نے پوچھا۔ صاجو! کہاں جا رہے ہو؟ کہا۔ ہم لوگ جہاد میں جا رہے ہیں۔ بزرگ کے نفس نے کہا میں بھی اُن کے ساتھ جاؤں۔ آپ نے کہا۔ میں تجھے خوب جانتا ہوں۔ تو مجھے دھوکا دینا چاہتا ہے۔ راستہ کی محنت و مشقت سے تجھے کھانے کو خوب ملے گا اور تو عبادت کرنے سے بچ جائیگا اور شب کو خوب آرام سے سوئے گا۔ نفس نے کہا۔ یہ کوئی نقصان کی بات نہیں، غازی بنوں گا۔ بزرگ بولے۔ تو دین کا دشمن ہے تجھے غازی بننے سے کیا سروکار۔ سچ کہو تیرا اس سے کیا مطلب ہے؟ نفس بولا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ شب و روز فقر و فاقہ کی تکلیف اٹھاتا ہوں۔ عشق و محبت اور ذکر و فکر کی تلوار سے دم بہ دم ساعت بہ ساعت مارے جانے سے یہ بہتر ہے کہ کفار کے مقابلے میں ایک دفعہ شہید ہو کر ہمیشہ کے عتاب سے نجات پا جاؤں۔

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کے لئے عقیدتمند جب آگے بڑھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک انتہائی دُبلایا پتلا

نحیف شخص بھی ہے۔ جسم اتنا لاغر مگر سر غیر معمولی طور پر بڑا اور ایک بڑی پگڑی باندھی ہوئی۔ جب وہ دست بوسی کے لئے بڑھا تو آپ نے کہا۔ آپ کا کیا تعارف ہے۔ بولا حضرت میں تو آپ کے ساتھ 24 گھنٹے رہتا ہوں۔ آپ نے کہا۔ اچھا کیا نام ہے آپ کا؟ بولا۔ میں آپ کا نفس ہوں۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کیا ماجرا ہے، تمہارا جسم تو دھاگے کی طرح پتلا مگر سر اتنا بڑا اور اُس پر پگڑی بھی اچھی خاصی بڑی۔ بولا۔ جسم اس وجہ سے لاغر ہے کہ آپ مسلسل روزے رکھتے ہیں۔ فاقوں کی وجہ سے میرا یہ حال ہے۔ سر اس لئے بڑا ہے کہ جب لوگ آپ کی دست بوسی یا قدم بوسی کرتے ہیں تو میرا سر غرور کی وجہ سے بڑا ہوتے ہوتے یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب اس کا انتظام بھی کر دوں گا۔ اُس کے بعد آپ نے کہا کہ کوئی میری دست بوسی یا قدم بوسی نہ کیا کرے۔

ایک دفعہ حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اُن کے ایک مُرید نے شکایت کی کہ حضرت میرا نفس مجھے بہت ستاتا ہے۔ میرا جینا مشکل کر رکھا ہے۔ اُس کے ہاتھوں سخت مجبور ہوں۔ آپ کی خدمت میں معاملہ پیش کیا ہے۔ خُدارا فرمائیے اب تو میرا ایمان بھی ڈگمگانے لگا ہے۔ آپ نے اپنے باطنی تصرف سے اُس کے نفس کو حاضر ہونے کے لئے فرمایا۔ نفس فوراً حاضر ہو گیا۔ آپ نے پوچھا۔ تم اس کو کیوں اتنا تنگ کر رہے ہو؟ اُس نے کہا۔ حضرت یہ تو میں کرتا رہوں گا۔ اس کا ذمہ دار یہ خود ہے۔ پوچھا۔ وہ کیسے؟

عرض کیا۔ میں اسے جو بات کہتا ہوں یہ میری بات مانتا ہے تو میں اسکو کیوں نہ ستاؤں جب اس کی طرف سے کوئی مزاحمت ہی نہیں ہوتی۔

ایک بادشاہ کا وزیر تھا۔ عزت، دولت، اقتدار ہر چیز تھی مگر اُس کے دل کو سکون نہ تھا۔ ایک دن اُس نے اپنی بے سکونی کا ذکر اپنے دوست سے کیا۔ وہ اہل مجاہدہ میں سے تھا۔ اُس نے کہا۔ میں تو تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا ہاں اپنے مرشد کامل کی خدمت میں لے جاسکتا ہوں۔ وہاں جا کر اپنا حال بیان کرنا، کچھ نہ کچھ بہتری کی صورت نکل آئے گی۔ جب اُس نے اُن کی خدمت میں حاضری دی اور کہا کہ حضرت طمع و حرص روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اندر سے اُلٹی سیدھی آوازیں آتی ہیں۔ یہ آوازیں کیا ہیں مختلف چیزوں کے خریدنے کی فرمائش ہوتی ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں میرے ساتھ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ کچھ دیر کے بعد بولے۔ اے وزیر تو شیطان اور نفس کا مکمل غلام ہو چکا ہے شیطان ہر وقت تیری رگوں کے خون کے اندر جاری و ساری ہے اور اس کا ادنیٰ غلام نفس تجھے بڑے خیالات سے ستا رہتا ہے۔ یہ منبع شر ہے اور یہ دل کا پڑوسی ہے۔ دل کا ایک دروازہ اس کی طرف کھلتا ہے۔ یہ ہر وقت آپ کی تاک میں رہتا ہے۔ جب تک نفس مرتا نہیں یا کمزور نہیں ہوتا۔ آپ کی یہی حالت رہے گی۔ وزیر نے عرض کیا۔ اس سے کوئی چھٹکارے کی صورت ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں۔ کسی مردِ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دو۔ اُس کے صدق دل سے

مُريد ہو جاؤ اور جو اسباق وہ دے اُس کے مُطابق چلو۔ جلد ہی انشاء اللہ تعالیٰ دل منور ہو جائے گا اور نفس مُردہ ہونا شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ اُنہی کا دل سے مُريد ہو گیا اور عبادت و ریاضت میں لگ گیا۔ ذکر کے ہتھوڑے سے نفس کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ ایک وقت آیا جب وزیر کا دل اور باطن ذکر سے منور ہو گیا اور اُسے ایسا سکون ملا کہ اُس کا دل بادشاہ کی نوکری کرنے سے ہٹ گیا۔ آخر اُس نے ایک دن استعفیٰ دیا تو نفس نے بڑی زاری کی۔ اس نے کہا۔ او ذلیل آج تک تُو نے مجھے بے سکون رکھا۔ اب میں تمہیں ساری عمر تڑپا کر رکھوں گا اور تمہاری ایک نہیں چلنے دوں گا۔ بادشاہ نے کہا۔ عزت کیوں چھوڑتے ہو۔ اُس نے کہا۔ میرے کچھ حالات ہیں اُن کی وجہ سے معذور ہوں۔ بادشاہ نے استعفیٰ منظور کر لیا۔ کافی عرصے کے بعد اُس نے وزیر کا حال پوچھا اور اُس کی طلبی کی۔ اس اثنا میں وہ وزیر مجاہدہ نفس کامیابی سے مکمل کر کے جادہ سلوک کی منازل طے کر رہا تھا۔ وہ ایک درویش بن چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے نوری عقل عطا کر دی اور دنیا کو اس کی آنکھوں میں خس و خاشاک کر کے دکھا دیا۔

بادشاہ وزیر سے اچھی طرح بلا۔ کچھ دیر حال احوال پوچھنے کے بعد طنزیہ کہا کہ وزیر چھوڑ کر تجھے کیا ملا۔ اُس نے جواب دیا اے بادشاہ مجھے پانچ چیزیں حاصل ہوئی ہیں۔

پہلی یہ کہ جب تو بیٹھتا تھا میں تیرے روبرو کھڑا رہتا تھا اور کبھی تُو نے مجھے یہ نہ کہا کہ تو بیٹھ جا اور اب میں خدائے تعالیٰ کے روبرو چار کعتوں میں دست بستہ

کھڑا ہوتا ہوں جس میں وہ مجھے دو دفعہ بیٹھنے کا حکم دیتا ہے۔
 دوسری یہ کہ جب تو سو جاتا تھا، میں تیری پاسبانی کرتا تھا۔ اب میں سوتا ہوں
 خدائے تعالیٰ میری نگہبانی کرتا ہے۔

تیسری یہ کہ جب تو کھانا کھاتا تھا مجھے نہیں کھلاتا تھا۔ اب خدائے تعالیٰ مجھے
 کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا اور ہر روز مجھے بے حساب رزق و روزی دیتا ہے۔
 چوتھی یہ کہ اگر تو مر جاتا تو لوگ مجھ سے حساب لیتے اور معاملات کی تحقیق
 کرتے۔ خدائے تعالیٰ حی قیوم ہے۔ اس لئے مجھے اب کسی غیر کا خوف نہیں۔
 پانچویں یہ کہ مجھے تیرے غیض و غضب اور عتاب کا ہمیشہ خوف رہتا تھا
 اور خدائے تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان اور ان کی خطا و قصور کو معاف کر دینے
 والا ہے۔

بادشاہ نے کہا۔ یہ چیزیں تمہیں کیسے حاصل ہوئیں۔ وزیر نے جواب دیا
 اپنے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے سچے دل سے توبہ کر کے ایک مردِ کامل کے ہاتھ
 پر توبہ اور بیعت کرنے سے اور ہر وقت نفس سے محاسبہ کرنے سے۔
 بادشاہ نے کہا کہ بے شک تم صحیح راستے پر ہو اور آخرت کیلئے کامیاب
 ہوئے۔ میرے لئے بھی دعا کرتے رہا کرو۔

حکایات شیطانِ رجیم کے بارے میں

ایک دن حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سامنے ابلیس نمودار ہوا۔ فرمایا۔ یہ کیا ہیں؟ کہا۔ یہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں بنی آدم کو شکار کرتا ہوں۔ فرمایا۔ میرے لئے بھی کچھ ہے؟ کہا۔ نہیں۔ البتہ ایک رات آپ نے سیر ہو کر کھایا تھا تو میں نے آپ کو بوجھل کیفیت میں مبتلا کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ آج کے بعد کبھی سیر ہو کر کھانا نہ کھاؤں گا۔ ابلیس نے کہا۔ آج کے بعد کبھی انسان کو نصیحت نہیں کروں گا۔

ایک زاہد پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا تھا۔ نفس اور شیطان نے وار تو کئے مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ شیطان ہمت نہیں ہارتا۔ آخر شیطان نے اُس عابد کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تو اتنے عرصے سے عبادت کر رہا ہے۔ باقاعدگی سے پنجوقتہ فرض اور نفلی نمازیں ادا کر رہا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی خوش خبری بھی ملی۔ زاہد سیدھا سادہ بھولا شخص تھا۔ وسوسے سے پریشان ہو گیا۔ اسی پریشانی میں مبتلا تھا کہ غیب سے آواز آئی جو تجھے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کی توفیق ہوتی ہے یہی تیری پہلی نماز کی قبولیت کا ثبوت ہے اگر قبول نہ ہو تو تجھے دوبارہ حاضری کی توفیق نہ ہو۔

ایک دفعہ شیطان اپنی اولاد سے کہہ رہا تھا کہ مجھے درویشوں اور اہل مجاہدہ پر بڑی محنت کرنا پڑتی ہے مگر پھر بھی کامیابی کم ہوتی ہے۔ پوچھا۔ ایسا کیوں ہے؟ جواب دیا۔ یہ یقین کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں اور سخت محاسبے کی حالت میں رہتے ہیں۔ غیر اللہ کو اندر داخل ہی نہیں ہونے دیتے اور ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جب اندر سے ہر وقت ذکر کی آواز آرہی ہو۔ اس کی اولاد نے پوچھا۔ اور علمائے دین۔ کہنے لگا۔ ان میں یقین کی دولت کسی کسی کے پاس ہوتی ہے۔ علم کی زیادتی ہوتی ہے مگر بغیر عمل کے لہذا یہ ہر وقت علم کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔ اُس کی اولاد نے کہا۔ اس کا ہمیں مشاہدہ کراؤ۔ چنانچہ اُس نے خود اپنی ہیئت بدلی۔ ایک سفید ریش بزرگ بن گیا اور اپنی ایک اولاد کو نابالغ لڑکا بنالیا۔ دونوں ایک چلتے ہوئے راستے پر درخت کے سائے میں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ایک عالم دین جبہ و دستار سے آراستہ بڑے رُعب دُعب والے آتے ہوئے نظر آئے۔ جب پاس آئے تو شیطان نے بڑے ادب سے سلام کیا۔ اُنہوں نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ شیطان بولا۔ حضرت اس بچے نے بہت ستار کھا ہے۔ پوچھتا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو سُونی کے سُورخ سے اُونٹ گزار سکتا ہے۔ مولانا نے لڑکے کو ڈانٹا اور کہا۔ نالائق تجھے اتنی عقل بھی نہیں۔ سُونی کا سُورخ اتنا چھوٹا اور اُونٹ کی اتنی جسامت ہے۔ شیطان نے کہا۔ حضرت بہت بہت شکریہ۔ یہ نادان ہے میں اب اسے سمجھا لوں گا۔ جب مولانا چلے گئے تو کہا دیکھا بس ان کی اتنی بساط ہے۔ اتنے میں ایک مُست درویش آتا ہوا نظر آیا۔ قریب آیا

تو دونوں نے دست بوسی کی۔ شیطان نے وہی سوال اُسی طرح دُہرایا۔ اُس
 مَسْت کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور کہنے لگا تو نے یہ نہیں پڑھا "إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيرٌ" اللہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو سُونی کے اس سُورخ
 سے سات آسمان بھی گزار سکتا ہے اپنی قدرتِ کاملہ سے۔ پھر جلال میں آکر
 فرمایا۔ مسلمان تو ایسا سوال نہیں کر سکتا۔ تم مجھے شیطان معلوم ہوتے ہو۔ بس
 اتنا کہنا تھا کہ شیطان غائب ہو گیا اور اپنی اولاد سے کہنے لگا۔ دیکھا، یہاں
 حق الیقین کی دولت فراواں ہے یہاں ہماری دال گل نہیں سکتی۔

حضرت مولانا فخر الدین رازیؒ کا جب نزع کا وقت تھا تو شیطان نے
 اُن سے خُدا کے وجود کی نفی کے بارے میں دلیل بازی شروع کر دی۔ آپ
 دلیل دیتے کہ خُدا ہے تو وہ اُسے دلیل دیکر رد کر دیتا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے
 آپ کے مُرشد حضرت نجم الدین کبریٰؒ کو کشف کے ذریعہ آگاہی عطا فرمائی۔ آپ
 نے جب یہ دیکھا تو دُور ہی سے رُوحانی تصرّف فرمایا اور حضرت رازیؒ کو کہا
 کہ کہہ کیوں نہیں دیتا کہ او مرؤد میں خُدا کے وجود کو بغیر دلیل کے مانتا ہوں۔
 آپ کی آواز بلند حضرت رازیؒ نے جو نہی سنی۔ آپ نے اُسی وقت ایسا ہی
 کہا اور کہنے کے ساتھ ہی آپ کی رُوح مُبارک پرواز کر گئی۔

ایک اہل مجاہدہ کو ایک دن شیطان بلا۔ وہ بڑے ادب سے بلا اور شیطان

سے کہا۔ حضرت میں تو آپ کا مدت سے مشتاق ہوں۔ اُس نے کہا۔ عجیب بات ہے تمام بنی آدم مجھ پر دن میں کئی بار لعنت بھیجتے ہیں اور تم ہو کہ میری ملاقات کے مشتاق ہو۔ یہ بات کیا ہے؟ اُس نے کہا میں نے مدت سے ٹھان رکھی تھی کہ آپ سے جب ملاقات ہوگی میں آپ کا مرید بنوں گا۔ آج اللہ نے میری مُراد پوری کر دی۔ اب تو میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا مجھے تو آپ فوراً مرید کیجئے اور تلقین بھی کیجئے۔ خیر اس نے مرید کیا اور کہا۔ اور جو چاہے کرو یا نہ کرو بس ان تین چیزوں پر سختی سے کار بند رہنا۔ کوئی چوک نہیں ہونی چاہیے۔

پہلی یہ کہ خوب جھوٹ بولو سچ کبھی نہ بولو۔ دوئم نماز کبھی نہ پڑھو۔ سوئم جتنی بھی جھوٹی قسمیں کھا سکتے ہو، دن میں کھانا۔

اُس نے کہا۔ میں اہل مجاہدہ ہوں۔ آج میں نے راز پالیا ہے۔ یہ تین باتیں میں انشاء اللہ تعالیٰ کبھی نہ کروں گا۔

شیطان بولا۔ تم پہلے آدمی ہو جس نے مجھے دھوکا دیا اور کامیاب ہوا۔ اب میں آئندہ کبھی بھی انسان کا بھروسہ نہیں کروں گا۔

ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شیطان سے ملاقات ہوئی۔ شیطان نے دیکھتے ہی آہ وزاری شروع کر دی اور جو ذلت اُس پر ہمیشہ کے لئے مسلط ہوئی، کہا اس میں میرا کچھ قصور نہ تھا۔ میں تو اللہ کا عاشق تھا اور ہوں۔ میں پکا موحد

ہوں۔ زمین و آسمان میں کوئی جگہ نہ تھی جہاں میں نے سجدہ عبادت نہ کیا ہو اور آپ نے دیکھا میرے ساتھ کیا سلوک ہوا اور کیسا انصاف ہوا؟
نبی بھولے بھالے اور معصوم ہوتے ہیں۔ اُس کے رونے سے متاثر ہو کر کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ اب جب میں طور پر جاؤں گا تو تیری معافی کے لئے درخواست کروں گا اور پوری پوری سفارش بھی کروں گا۔

بس آپ کا اتنا کہنا تھا کہ شیطان اپنی فطرت یعنی شیطنت پر آگیا اور فوراً بولا۔ اے موسیٰ نہیں، اے موسیٰ نہیں۔ میرے لئے معافی نہ مانگیئے۔ آپ نے کہا۔ یہ کیا۔ کہنے لگا۔ آپ جیسے ایک لاکھ سے زیادہ پیغمبر آئے۔ زیادہ سے زیادہ آپ مجھے اپنا جیسا بنوالیں گے مگر میری جو پوزیشن ہے وہ تو نہیں دلو اسکیں گے۔ آپ نے کہا۔ وہ کیا۔ کہنے لگا۔ اس وقت دُنیا جہان میں شیطان صرف میں ہی ہوں۔ یہ مرتبہ بہت بڑا ہے، لہذا میں اسی طرح ٹھیک ہوں۔

شیطان نے فرعون کو خوب گمراہ کر رکھا تھا اور اس نے بھی خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ بارش نہ ہوئی۔ قحط کا خطرہ بڑھ گیا۔ لوگوں کا ہجوم شور مچاتا ہوا محل کے نیچے آیا کہ یا خدایا بارش چاہیئے۔ فرعون سخت پریشان ہوا آخر شیطان سامنے نمودار ہوا۔ کہا۔ کیوں پریشان ہوتے ہو۔ ان سے کہدو کہ جاؤ آج رات کو بارش ہو جائے گی۔ اُس نے اسی طرح کہدیا۔ لوگ خوش ہو کر چلے گئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ رات کو بارش ہو رہی ہے۔ اُدھر شیطان نے اپنی ذریت کو

کہا تھا کہ رات کو تم سب خوب پیشاب کرنا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ لوگ جب کھیتوں میں گئے تو اتنی بدبو اور تعفن تھا کہ ان کا ٹھہرنا مشکل ہو گیا۔ وہ پھر شور مچاتے ہوئے محل کے نیچے آئے اور کہا۔ اے خدا یہ کیسی بارش ہے کہ بدبو کے مارے وہ جا نہیں سکتے۔ فرعون پھر پریشان ہوا۔ شیطان نمودار ہوا اور کہا کہ ان سے کہہ دو جیسا خدا، ویسی بارش ہے۔ بھاگ جاؤ کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی رحیمی و کریمی و بخشش کے چند ایمان افروز واقعات

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص تھا جب موت کا فرشتہ اُس کے پاس آیا اُس کی رُوح نکالنے۔ پوچھا کیا تُو نے کوئی نیک کام کیا ہوا ہے؟ اُس نے کہا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ فرشتے نے کہا۔ یاد کرو اور سوچو۔ اُس نے کہا کوئی بات یاد نہیں آتی مگر ہاں دُنیا میں جب لوگوں سے خرید و فروخت کا معاملہ کرتا تو احسان کرتا تھا لوگوں پر تقاضا کرتے وقت۔ خوشحال کو مہلت دے دیتا تھا اور تنگ دست کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے یہ بیان سُن کر فرمایا میں تجھ سے زیادہ معاف کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ اے فرشتو میرے بندے سے درگزر کرو۔

ایک بزرگ سے خطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تُو نے دوبارہ خطا کی تو تجھے ضرور عذاب دوں گا۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے پروردگار! تُو تو ہی ہے اور میں میں ہی ہوں۔ تیری عزت کی قسم اگر تُو نے مجھے گناہوں سے نہ بچایا

تو دوبارہ گناہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے گناہ سے بچالیا۔

ایک فسادی اور غلط کارِ بصرہ کے علاقہ میں مر گیا۔ بیوی کو جنازہ اٹھانے کے لئے کوئی نہ ملا۔ دو مزدور ملے۔ اُن سے جنازہ اٹھوایا مگر فاسق ہونے کی وجہ سے کسی نے اُس کا جنازہ جنازگاہ میں نہ پڑھا۔ پھر دفن کے لئے صحرا کی طرف لے گئے۔ قریب پہاڑ پر ایک بہت عابد و زاہد رہتا تھا۔ اُس نے دیکھا اور جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر شہر میں پھیل گئی کہ زاہد اور دوسرے لوگوں نے اُس کا جنازہ پڑھا۔ لوگوں کو زاہد پر حسرت ہوئی کہ فاسق کا جنازہ کیوں پڑھا۔ زاہد نے بتایا کہ مجھے خواب میں بتلایا گیا تھا یہ سب کچھ۔ لوگوں کو مزید تعجب ہوا اُس زاہد نے اُس کی بیوی کو بلایا اور مُردے کا حال معلوم کیا کہ اُسکی کیا عادات تھیں۔ کہا۔ وہ دن بھر شراب میں بدست اور شراب نوشی کرتا رہتا۔ زاہد نے پوچھا کیا تجھ کو اُس کی کوئی نیکی معلوم ہے؟ اُسکی بیوی نے جواب دیا۔ ہاں، اس میں تین باتیں تھیں۔

صُبح کے وقت نشے سے فارغ ہو کر کپڑے بدل کر وضو کرتا اور صبح کی نماز باجماعت ادا کرتا۔ پھر شراب اور بُرے کاموں میں لگ جاتا۔ دوسری یہ کہ اُس کے گھر میں ہمیشہ ایک یا دو یتیم رہتے اور وہ اپنی اولاد سے زیادہ اُن پر احسان کرتا۔ اگر کوئی اُن میں سے ادھر ادھر ہو جاتا تو بے چین ہو کر اُن کی تلاش کرتا اور تیسری رات کے اندھیرے میں مستی سے جب ہوش میں آتا تو روتا اور کہتا

اے رب تو اس خبیث سے دوزخ کا کونسا کونہ بھر لے گا۔ زاہد چلا گیا معاملہ صاف ہو چکا تھا۔

توبہ جلدی کرتا تھا!

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوجوان دیکھا کہ بیمار تھا اور برہنہ تھا۔ اُس کے غمگین دل سے آپہن نکل رہی تھیں۔ میں اُس کے قریب ہوا اور اُس کو سلام کیا اور پوچھا۔ اے لڑکے تو کون ہے؟ اُس نے کہا۔ میں ایک غریب عاشق ہوں۔ میں اُس کی بات کو سمجھ گیا۔ میں نے کہا۔ میں بھی تمہاری طرح ہوں۔ اس پر وہ رو پڑا اور میں بھی اُس کے ساتھ رویا۔ اُس نے کہا کیا تم بھی روتے ہو۔ میں نے کہا میں بھی تیری طرح ہوں۔ وہ بڑی شدت کے ساتھ رویا اور ایک زور کی چیخ ماری اور اُسی وقت جان دیدی۔ میں نے اپنا کپڑا اُس پر ڈال دیا۔ اُسی وقت اُس کا کفن لینے کے لئے گیا۔ میں نے کفن خریدا اور واپس آیا تو وہ وہاں پر نہ تھا۔ میں نے کہا۔ گیا کہاں۔ غیب سے آواز آئی۔ اے ذوالنون! یہ وہ غریب ہے جس کو شیطان نے دنیا میں پکڑنا چاہا مگر نہ پکڑ سکا۔ تیرے مال نے پکڑنا چاہا مگر نہ پکڑ سکا۔ اُس نے جوڑ کے تصور سے پکڑنا چاہا مگر یہ اُس کو نہ ملا۔ عرض کیا۔ اب وہ کہاں ہے؟ ارشاد ہوا۔ تیرے قادرِ مطلق کے پاس سچی جگہ پر ہے اس لئے کہ وہ اس کا محب تھا۔ عبادتِ خوب کرتا تھا اور اُس میں احسن بات یہ تھی کہ وہ توبہ جلدی کرتا تھا۔

علی بن فضل بن عیاض فوت ہوئے تو اُن کے والدِ محترم نے اُنھیں خواب میں دیکھا اور کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اُنھوں نے کہا میں نے بندہ کے لئے رُب سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں دیکھا۔

ایک شخص کا آخری وقت تھا۔ اُس کا بھائی غمگین اُس کے پاس بیٹھا یہ کہہ رہا تھا۔ اے بھائی میں تجھے اس دن کے واسطے بُرے کاموں سے ڈوکتا تھا مگر تو نے میری ایک نہ سنی۔ اُس نے کہا۔ اے میرے بھائی اگر میرا معاملہ جنت یا دوزخ میں بھیجے گا اللہ تعالیٰ فیصلے کے لئے میری والدہ کے سپرد کرے تو وہ مجھے کدھر بھیجے گی۔ وہ بولا۔ بلاشبہ جنت میں۔ تو اُس نے کہا کہ سُن میرا رُب اپنے بندوں کو اُن کے مال باپ سے ستر گنا زیادہ پیار کرتا ہے۔ اتنا کہا اور جان دیدی۔ کچھ عرصہ کے بعد خواب میں اُسکے بھائی نے اپنے بھائی کو نہایت اچھی حالت میں دیکھا۔ کہا۔ اے بھائی یہ کیسے ہوا؟ کہا کہ وہ جو میرا آخری جملہ تھا اور اللہ سے نیک گمان تھا۔ مرتے وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس کی وجہ سے بخش دیا۔

[اب اس حدیث شریف کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ وہ کیسا رحیم و کریم و مہربان ہے اور کیسا سخی و جواد ہے کہ بن مانگے انمول بھیک عطا کرتا ہے بندہ پھر بھی غافل رہے تو اس کی اپنی بد نصیبی ہے۔]

حدیث شریف :

حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں 40 برس کی عمر کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ اُس سے جنوں، جذام اور برص کو دفع کر دیتا ہے۔ پھر جب 50 سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا حساب نرم فرمادیں گے۔ پھر جب 60 سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے محبت فرماتے ہیں اور آسمان والے اُس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ پھر جب 80 سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے حسنات کو قبول فرمالتے ہیں اور اُس کی سیئات کو معاف فرمادیتے ہیں اور پھر جب 90 سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور اُس کا نام خُدائی قیدی ہو جاتا ہے اور اُس کے عیال کے بارے میں اُس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

تتمہ

اپنے اپنے استفسارات کے جوابات ڈھونڈ لیں۔ چونکہ تتمہ تالیف کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اس واسطے چند ضروری استفسارات کے جواب بھی رہ گئے ہیں۔ اس میں میرا قصور کم ہے۔ حالات کا دخل زیادہ ہے۔ چونکہ کافی استفسارات گناہ، توبہ اور انکی معافی کے بارے میں تھے اور اپنے رُوحی بچوں کا بھی تقاضا تھا لہذا یہ اس تالیف کا باعث بنی۔ خدا کرے مخلوق کو اس سے نفع دارین ہو۔ آمین ثم آمین!

آپ نے پاکستان کے حالات کے بارے میں لکھا وہ اپنی جگہ درست ہے مگر جس دین کو یا طریقہ زندگی کو ہم نے پسند کیا ہے اُس کا ثمر بھی تو ہم نے اور آپ نے کاٹنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ قدسی ہے: "عَمَّا لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ" جیسے تمہارے اعمال ویسے تمہارے حاکم۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو۔ اب یہ حال ہے کہ لوگ دین کی طرف رجوع مفاد پرستی کے لئے کرتے ہیں اور اپنے بُرے کاموں کا جواز ڈھونڈتے ہیں۔ یہ تو مسائل حل کرنے کا کوئی طریقہ

نہیں۔ پہلے تو آپ اپنی شناخت دیکھیں، اپنا تعلق دیکھیں، جدھر آپ کا تعلق ہے، وہیں سے اپنے مسائل کا حل بھی ڈھونڈھیں۔ آپ کو پہلے اپنا محاسبہ کرنا ہوگا پھر حکومت کا۔

سیاستدان ساری دنیا میں ایک جیسے ہی ہیں۔ جہاں کہیں بھی ان کے متعلق سروے ہوئے ہیں ان کو بُرا بھلا ہی کہا گیا ہے۔ سان فرانسسکو میں ہونے والے ایک سروے میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا حرام قوم سیاستدان ہیں جو اپنا کام ماتحتوں سے کرواتے ہیں کیونکہ یہ لوگ انتہا کے خوشامد کرنے والے ہوتے ہیں جو ہر انسان کی کمزوری ہے۔ سروے سان فرانسسکو کے نفسیاتی تحقیقاتی ادارے نے کیا۔

دُور کے ڈھول سُنہانے۔ آپ اور آپ کے دوست امریکہ جانے کے بچد خواہشمند ہیں۔ ان چیزوں کے لئے دُعائیں نہیں کی جاتیں بلکہ موجودہ نسل کو صحیح صورتحال سے آگاہ کیا جاتا ہے اس کے باوجود بھی کوئی گمراہی اختیار کرے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

ایک ممتاز مفکر نے کہا تھا کہ امریکی بنیادی طور پر تہذیب و ثقافت سے محروم قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی قول و فعل کے تضادات اور اخلاقی بُرائیوں سے بھرپور ہے اور امریکہ کی ہی رپورٹ میں

انکشاف تھا کہ وہاں لوگوں کی اکثریت جھوٹ بولتی ہے۔ ایک رپورٹ سے پتہ چلا ہے کہ 50 فیصدی امریکی اپنی صلاحیتوں کی بدولت نہیں بلکہ سیاست اور دھوکے بازی کے ذریعے کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں۔

حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب "The Day America told the Truth" میں انکشافات کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے مصنفین نے بڑی تحقیق اور ہزاروں افراد سے رابطے کے بعد اپنی رپورٹ مرتب کی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے :

— یہ بات ممکن ہی نہیں کہ 60 فیصدی امریکی خواتین کسی نہ کسی جرم میں ملوث نہ ہوں جبکہ 20 فیصدی نوجوان لڑکیاں جنسی بے راہ روی کا شکار ہیں اور 20 فیصدی عورتیں Rape کا شکار ہوتی ہیں۔

— 16 فیصدی شادی شدہ جوڑوں کا کہنا ہے کہ وہ ایک لاکھ ڈالر کے عوض اپنے شوہر یا بیوی کو قتل کرنے پر تیار ہو سکتے ہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے جلد علیحدہ ہو جاتے ہیں۔

— اور سب سے اہم انکشاف یہ ہے کہ امریکہ کے بہترین خوشحال لوگوں میں نہایت متمول لوگ بدترین کردار کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نیویارک کا ضلع ساؤتھ براونڈ جرائم کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ ہر سات امریکیوں میں سے ایک امریکی اپنے پاس اسلحہ رکھتا ہے۔

امریکی معاشرے میں خصوصاً بعض ریاستوں میں جرائم پر کوئی کنٹرول

نہیں ہے۔

واشنگٹن اور بعض دوسرے شہروں میں رات کے وقت باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں سمجھا جاتا۔

وضعرداری اور شرافت کا نقاب چڑھائے رکھنے والے امریکی موقع ملنے پر انتہائی خطرناک مجرموں کا روپ دھار لیتے ہیں۔

کچھ سال پہلے جب امریکہ میں بجلی بند ہو گئی تھی تو لوگوں نے دوکانوں، ڈیپارٹمنٹل اسٹورز اور ہوٹلوں پر دھاوا بول دیا تھا اور جہاں کہیں عورت مرد کے ہاتھ آگئی، اُس نے چھوڑا نہیں۔ چنانچہ حال ہی میں جب بجلی فیل ہو گئی اس سابقہ واقعہ کے پیش نظر فوری طور پر ہنگامی پولیس حرکت میں آگئی تاکہ پچھلے بدترین واقعات کا اعادہ نہ ہو سکے۔

امریکہ دُنیا میں حقوقِ انسانی کا بہت بڑا علمبردار بنا پھرتا ہے خصوصاً سرکاری اور نیم سرکاری تنظیمیں خواتین کے حقوق کے لئے آواز بلند کرتی دکھائی دیتی ہیں مگر خود امریکی خواتین امریکی معاشرے میں محروم ہیں حتیٰ کہ قانون ساز ادارہ تک میں خواتین کے ساتھ امتیازی برتاؤ کیا جاتا ہے۔

پچھلے دنوں جب سپریم کورٹ کے جج کے خلاف ماتحت خاتون کو ہراساں کرنے کے مقدمے کی سماعت ہوئی تو یہ دیکھنے میں آیا کہ سماعت کے دوران عدالت میں 14 مرد جج فیصلہ سنانے کے لئے موجود تھے اور کوئی خاتون جج نہ تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکی کانگریس میں مردوں کا غلبہ ہے۔ امریکی سینیٹ کی

98 نشستیں ہیں۔ اُن میں صرف دو خواتین ہیں۔ ایوانِ زیریں کی 406 نشستوں میں صرف 29 خواتین نظر آتی ہیں۔

امریکہ میں ڈھائی کروڑ افراد تنہا زندگی گزار رہے ہیں جن میں ایک کروڑ چالیس لاکھ خواتین ہیں۔

اب یہ ایک اُمید ہی ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ اب پاکستان میں شریعتِ محمدی کا نفاذ۔ خیال است و محال است و جنوں۔ جب لوگ ہی نہیں چاہتے کہ شرعی قوانین نافذ ہوں اور اکثریت عیش پسندوں کی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے اس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ پہلی یا بادشاہِ راسخ العقیدہ مسلمان ہو کیونکہ لوگوں کی یہ ذہنیت ہے کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کے دین اور طور طریقوں کو اپناتے ہیں۔ دوسری یہ ہے کہ نیچے سے لوگوں کے دلوں میں نفاذِ شریعت کا جذبہ صدقِ دل سے موجود ہو۔ یہ ناممکن ہے حالات آپکے سامنے ہیں۔ سچلے طبقے کے لوگ بھی اب محنت و مشقت اور حلال کمائی کی بجائے ڈاکہ زنی، اغوا اور بردہ فروشی سے بے تحاشا دولت کما رہے ہیں۔ پورے ملک میں آپ کی جان، مال، عزت، بہو بیٹی کی عصمت کا کوئی تحفظ نہیں۔ تحفظ کرنے والی پولیس ہے، وہ خود نہایت دلیری سے ڈاکے ڈال رہی ہے اور حد یہ ہے کہ تھانوں کے گھراؤ ہو رہے ہیں اور اُن پہ حملے بھی ہو رہے ہیں۔ آج سے ساٹھ سال پہلے نگاہ دوڑاتا ہوں تو اُس وقت تھانے کی صرف عمارت ہی دیکھنے سے لوگوں کو خوف آتا تھا۔ سپاہی بغیر اسلحے کے ملزم

کو گرفتار کر کے لے آتا تھا۔ عام ناخواندہ لوگ اگر باوردی سپاہی کو دیکھتے تو کہتے گورنمنٹ جا رہی ہے۔ اب ایف آئی آر درج کروانے کے لئے ایس ایس پی یا ڈی آئی جی یا کسی اور بڑی شخصیت کی سفارش لانا پڑتی ہے اور جب پولیس کسی پہ ہاتھ ڈالتی ہے تو اُن پر اوپر سے اتنا پریش پڑتا ہے کہ انہیں مجبوراً ملزم کو خوشی سے اور معذرت کر کے چھوڑنا پڑتا ہے۔

جب تک قانون کی بالادستی نہیں ہوگی کسی شعبے میں احساسِ تحفظ اور ترقی نہیں ہو سکتی؛ اور قانونی بالادستی سے میری مراد یہ ہے کہ صدر، وزیر اعظم اور وزیر وغیرہ جن کو اس وقت استثناء حاصل ہے اُسے فوراً ختم کیا جائے اور اگر انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے وہ عدالت کو درکار ہیں تو وہ خود پیش ہو کر اپنی صفائی پیش کریں۔ دوسرا اُن کے مجرم ہونے کے شبہ کے ساتھ ہی انہیں اپنے عہدوں سے فوراً معطل کر دیا جائے تاکہ وہ اپنے عہدوں کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اور ناجائز پریش پڑ لو کر قانون کی زد سے بچ نہ جائیں۔ مگر یہ سب تو نفاذِ شریعت سے ہی ہو سکتا ہے۔

آپ کا یہ سوال کہ پاکستان کے حالات کبھی ٹھیک بھی ہوں گے یا نہیں۔ عرض یہ ہے کہ اگر کنوئیں میں سُورگر کر مر جائے اور لوگ مولوی صاحب کے فتوے مطابق اس میں سے پانی کے ڈول نکالتے جائیں مگر مُردہ سُور کو نہ نکالیں تو اگر حشر تک بھی پانی نکالتے جائیں اور سُور مُردار کو نہ نکالیں تو پانی بدبودار ہوگا

اور پینے کے لئے جائز نہ ہوگا۔ بنیادی چیز یہ ہے کہ مُردار سُور نکالا جائے پھر پانی کے ڈول نکالے جائیں۔ بس پاکستان کا بھی یہی حال سمجھ لیں۔ اس کے کنوئیں میں سالوں پہلے سُور مُردار گر گیا تھا۔ لوگ پانی کے ڈول تو نکال رہے ہیں مگر سُور مُردار کو کوئی بھی نہیں نکالتا۔ لہذا حالات کیسے ٹھیک ہوں گے۔

ہمارا قبلہ و کعبہ تو انگلستان، یورپ اور امریکہ ہے لہذا ہم تقلید بھی اُنہی کی کرتے ہیں جن کا معاشرہ تباہ ہو چکا ہے۔ ابھی ہفتہ ہوا کہ اخبار میں خبر تھی کہ ایک 9 سال کے شرارتی بچے کو اُس کی ماں نے مارا لہذا اس کی وجہ سے اُس ماں پر مقدمہ دائر ہو گیا ہے اور وہ بھگت رہی ہے۔ اسکے خلاف فردِ جرم عدالت نے جو لگایا ہے وہ ہے: "Cruelty to Children"

اسی طرح لندن کی عدالت میں طلاق کا کیس پیش ہوا۔ جج نے خاتون سے پوچھا کہ آپ کس وجہ سے علیحدگی چاہتی ہیں۔ خاتون نے جواب دیا کہ میرا خاوند انت صاف کرتے وقت جس طرح برش کرتا ہے وہ مجھے پسند نہیں۔ جج نے اس عذر کو قبول کیا اور طلاق کی اجازت دے دی۔

اب حال ہی میں ایک گدھے نے مُصیبت ڈال دی ہے۔ یہ گدھا Mexico میں بطور سینیٹر منتخب ہو گیا ہے اور مُصیبت یہ کھڑی ہو گئی ہے کہ گدھے کا انتخاب درست ہے یا غلط۔ چنانچہ یہ بات یہاں ختم ہوئی ہے کہ اس کا فیصلہ Supreme Court کرے گی۔ یہ سنی سنائی بات نہیں اخباروں کے اندر آچکی ہے۔ یہاں پر عقلیں اتنی عروج پر آگئی ہیں کہ

آپ خود ہی اندازہ کر لیں کہ یہ کدھر جا رہے ہیں اور انجام کیا ہوگا۔
 آپ انگلستان کے شاہی خاندان کے اسکیئنڈل تو پڑھتے ہی ہونگے۔ اب
 چند روز ہوئے ولیم شہزادے نے ٹیلی وژن پر مانا کہ اُس نے بدکاری کی تھی اور
 اس طرح شہزادی ڈیانا کو دھوکا دیا تھا۔ بل کلنٹن امریکہ کا صدر ہے۔ اُس پر بدکاری
 کا الزام لگا۔ کیس چلا اور وہ باعزت طور پر بری ہو گیا ہے۔ اس مقدمے کے اوپر کئی
 لاکھ ڈالر کیوں کیس وغیرہ پر خرچ ہو گئے ہیں۔ چند روز سے وہ بھی گداگر بنا ہوا
 ہے۔ کسکول گدائی ہاتھ میں لیکر عوام سے اپیل کر رہا ہے کہ وہ اس کی مالی مدد
 کریں تاکہ وہ مقدمے کے اخراجات کے بلوں کی ادائیگی کر سکے۔ اب یہ تو شاہی
 محلات اور صدر امریکہ کا حال ہے جہاں سے اُن کے عوام کو راہنمائی ملنی چاہیے
 چوں کہ کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی۔

پہلے تو ہمیں سوچ و فکر کے قبلے درست کرنے ہوں گے۔ ویسے ہم ہر بات
 میں سیکولر ہیں مگر جب کوئی تکلیف پہنچے تو انصاف اسلام کے قانون کے مطابق
 چاہتے ہیں۔ ویسے اسلامی قوانین جو کہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں اُنھیں
 وحشی قوانین کہتے ہیں اور ایسا کہتے ہوئے ہم کو ذرا باک نہیں ہوتا۔ ایک لمحہ کیلئے
 بھی خیال نہیں آتا کہ ہم یہ کس کے خلاف کہہ رہے ہیں اور یہ کہ ہمیں مرنے ہے
 (خواہ ہم بادشاہ وقت ہی کیوں نہ ہوں) قبر میں جانا ہے اور اسکے عذاب ثواب
 کا مزہ چکھنا ہے اور پھر یوم الحشر میزان قائم ہوگا جہاں انسان اپنی ذرہ بھر
 نیکی اور ذرہ بھر بُرائی جو اُس نے دنیا میں کی ہوگی وہ دیکھ لیگا۔ اور اُس

دن اُس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے اور اُس دن کسی پر ایک دھاگے برابر ظلم نہیں ہوگا۔ جنہوں نے اس دُنیا کو فانی سمجھا اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو صدق دل سے بجلائے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے اور جنہوں نے اپنے مادی جاہ و اقتدار، اپنے ناقص علم اور شیطان دوستی کی وجہ سے اللہ سے بغاوت کی اُن کو جہنم میں دھکیل دیا جائیگا اور وہ اپنے کئے کی سزا جہنم میں پائیں گے۔ کوئی اُن کا مددگار نہیں ہوگا وہ اپنی اس چار روزہ زندگی کی گمراہی پر سدا حسرت ہی حسرت کریں گے۔

میرے بزرگو! آپ کے خطوط اور آپ کے مسائل میں نے پڑھے ہیں لیکن بظاہر اس کا کوئی حل نہیں۔ جب آپ کی اولاد کی تعلیم باہر کے ملکوں میں ہوئی اور پھر انہیں یہاں آ کے رہنا پڑا تو Clash of Culture and Ideology ہوا۔ وہ اپنے ملک کو، قوم کو حقیر جاننے لگ گئے۔ وہ ایسے معاشرے سے آئے ہیں کہ معمولی سے معمولی پابندی کو برداشت کرنا اُن کے لئے مشکل کام ہے اور مذہب کا تو نام و نشان ہی مٹ چکا ہے۔ آپ کے ساتھ جو مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ دولت مند لوگ ہیں۔ تعلیم باہر دلائی۔ مشروع سے ہی انہیں جدیدیت اور مغربیت کے رنگ میں رنگا۔ اب یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ رنگ تو مغربی ہو لیکن وہ آپ کو ایک مشرقی تہذیب اور مسلمان بچے کی طرح معلوم ہو۔ آپ کا ادب کرے اور فرمانبردار ہو۔ یہ جو عام Concept ہے کہ فقیر نگاہ ڈالتا ہے تو

دُنیا بدل جاتی ہے یادِ عا کرتا ہے تو نصیب جاگ جاتے ہیں۔ میرا چھوٹا سا سوال یہ ہے کہ کیا کسی نے شور زمین میں ہل چلا کر بیج ڈالا؟ تو اہل اللہ بھی دل کی ایسی زمینیں جو ایمان کے تخم کے لئے زرخیز ہوں وہیں اپنی نظر فیض اثر سے ایمانی بیج بوتے ہیں۔ اب تو یہ ہے کہ جب تک آپ کی دولت اُن کے پاس ہے وہ اڑائیں گے اور مزے لوٹیں گے اور جب اُن کے پاس مالی مادی اور دوسرے وسائل نہ ہوں گے تو اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ جرائم پیشہ بھی ہو سکتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ معاف کرے)۔

اب مخلوط تعلیم کے بُرے اثرات و نتائج امریکن اور یورپین اقوام بھگت رہی ہیں۔

ایک امریکن رسالے میں اُن اسباب کو جن کی وجہ سے وہاں بد اخلاقی کی غیر معمولی اشاعت ہو رہی ہے اس طرح بیان کیا گیا ہے :

”تین شیطانی قوتیں ہیں جو آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہیں۔ یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگِ عظیم کے بعد حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا جا رہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو اُن کے لباس اور اُن کی برہنگی اور اسکرٹ کے روز افزوں رواج اور مردوں کے ساتھ اُن کے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔“

یہ چیزیں ہمارے ملک میں بھی کتنی بڑھ گئی ہیں اس سے اندازہ لگائیں کہ مخرب اخلاق لٹریچر، فحش فوٹو اور بلیو فلم کی معمولی معمولی شہروں میں بھی بھربار ہے اور ایسا گندہ کار و بار کرنے والوں کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف سے معقول ماہوار رشوت دینے پر پورا پورا تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ پھر بھی اگر کبھی کوئی دیانتدار افسر کامیاب چھاپہ مار کر گرفتار کرتا ہے تو اُس پر اتنا Pressure ڈالا جاتا ہے کہ مجبوراً اُسے خاموشی سے Case کو ختم کرنا پڑتا ہے۔

آج سے 25/26 برس پہلے میرے ایک دوست نے (جو اُس وقت پولیس میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے) بتایا کہ اُنہوں نے دن کے 10 بجے ایک سینما ہاؤس پر چھاپہ مارا۔ اُس کے اندر بلیو فلم دکھائی جا رہی تھی۔ کسی انگریزی اسکول کی اُستانی اپنی کلاس کو لائی ہوئی تھی۔ اُنہیں بتایا کہ بچنک کے لئے لے جا رہی ہوں۔ گھر والوں سے یا کسی اور سے نہ کہنا ورنہ پھر دوبارہ کبھی نہیں لاؤنگی۔ چنانچہ 20 منٹ کے اندر اُس سینما ہاؤس کے مالک کے دوست جو اعلیٰ افسران تھے حرکت میں آگئے اور بات اُٹھنے نہیں دی۔ میں خون کے گھونٹ پی کر چُپ ہو گیا۔ اُس نے بتایا کہ کلاس میں 12/13 سال کے معصوم لڑکے اور لڑکیاں امیر خاندانوں کی تھیں۔ 25/26 برس پہلے ایک ضلعی ہیڈ کوارٹر میں یہ حال تھا تو آج وہاں پر اور دیگر بڑے بڑے شہروں میں کیا کچھ نہیں ہو رہا۔ مگر ہم امریکن اور یورپین تہذیب کے دن بہ دن زیادہ دلدادہ ہوتے جا رہے ہیں۔ کچھ عرصہ ہو کہ ڈیٹرائٹ کے اخبار فری پریس میں ان حالات پر ایک مضمون

شائع ہوا جس کا ایک فقرہ یہ بھی تھا۔ ”نکاحوں کی کمی طلاقوں کی زیادتی“۔
 آج ہم اس گندے اور بدبودار سیلاب میں بہے جا رہے ہیں۔ اگر اس کو
 نہ روکا گیا تو ہماری قوم بھی روم اور اُن دوسری اقوام کے مماثل ہوگی جن کو نفس
 پرستی، شہوانیت، شراب، عورت اور ناچ رنگ نے فنا کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔
 آجکل برطانیہ حرامی بچوں کی شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافے پر سخت
 پریشان ہے۔ اپنے Media کے ذریعے بھی اس کا رونا روتا ہے۔

روس میں جب مخلوط تعلیم کے عملاً خوفناک نتائج سامنے آئے تو انہوں
 نے اسے ترک کر دیا۔ اُن کا نیا طرزِ فکر یہ تھا کہ مخلوط تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں کے
 جسمانی نشوونما اور مستقبل کی عملی زندگی کے لئے دونوں جنسوں کی تربیت میں
 فرق اور اختلاف کا خیال نہیں رکھتی اور نہ عملی اور قومی سرگرمیوں میں دونوں
 کی ضروریات کا الگ الگ اہتمام کر سکتی ہے۔ نیز طالبعلموں میں مطلوبہ نظم و
 ضبط کی ضمانت بھی نہیں دی جاسکتی۔

آپ دیکھیں گے کہ مخلوط تعلیم نے پردہ، حیا، عصمت، عفت کے تمام
 تصورات کو Fundamentalist کہہ کر ملیا میٹ کر دیا ہے۔ نیز ادارہ خاندان
 کی بنیادیں ڈھا کر یہاں بھی ”آزادی نسواں“، ”ترقی نسواں“، ”حقوق نسواں“
 اور مساواتِ مرد و زن کے خوبصورت عنوانات کے ساتھ معاشرے میں
 عورت کو مردوں کے لئے سہل الحصول، ہمہ وقتی، دوش بدوش، ہرجائی قسم کا
 شہوانی کھلونا بنا دیا اور بہ اعتبار حقیقت اسے اشرافِ انسانیت سے محروم کر دیا

ہے۔ مغرب میں طلاقوں کی بھرمار ہے۔ ناروے، سوئیڈن اور برطانیہ وغیرہ میں ناجائز اولاد کی کثرت ہے۔ مجھے بے شمار خواتین سے واسطہ پڑا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے لیکن جب پودا درخت بن جاتا ہے تو وہ جھک نہیں سکتا ٹوٹ سکتا ہے۔ جب کوئی تہذیب دل و دماغ اور روح میں سرایت کر جاتی ہے تو پھر اس سے جان چھڑانا بہت ہی مشکل ہے۔

آپ نے اور دوسرے اصحاب نے اپنی گناہ آلود زندگی سے بیزاری کا اظہار تو کیا ہے مگر ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ گناہوں کا چھوڑنا مشکل ہے۔

رفیقانِ من! کوئی شخص بھی سوائے اولیائے کرام کے اپنے تمام گناہوں سے یکجہت توبہ نہیں کر سکتا۔ اُسے چاہیے کہ ایک ایک گناہ چھوڑے۔ پہلے وہ گناہ چھوڑے جو اُس کو آسان معلوم ہوں۔ جب اُس میں کامیابی ہوگی تو اُس میں قوتِ ارادی مضبوط ہو جائے گی اور دوسرے گناہ کی توبہ کے لئے وہ اپنے اندر کسی غیبی طاقت سے ترغیب پائے گا۔ اس طرح وہ دوسرے گناہ سے انشاء اللہ چھٹکارا حاصل کر لے گا۔ ہاں دو چیزوں سے وہ غافل نہ ہو۔ (1) گناہوں سے دل سے نفرت کرے اور اُن کو چھوڑنے کے لئے دل میں بیقراری پیدا کرے۔ (2) اللہ تعالیٰ سے ہر وقت زبانی کلامی عاجزی سے معافی مانگتا رہا کرے اور اُس سے گناہ چھوڑنے کی توفیق بھی مانگتا رہے۔ میرا ایمان ہے، تجربہ ہے اور مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی مانگ ضرور پوری کریگا کیونکہ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔ اس کے علاوہ بُرے لوگوں کی صحبت سے پورا پورا پرہیز کرے۔ آپ لوگ

مایوس نہ ہو کریں۔ مایوسی اللہ کی رحمت سے کُفر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

اس بندۂ عاجز کی بڑھا پے سے بھنویں تک سفید ہو گئی ہیں۔ گھاٹ گھاٹ کاپانی پیا۔ طرح طرح کے انسانوں سے ملا۔ بھانت بھانت کی بولی سنی۔ اُن میں پرہیزگار بھی دیکھے اور گنہگار بھی دیکھے۔ ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ میں نے دُنیا کا کوئی کبیرہ اور صغیرہ گناہ نہیں چھوڑا مگر چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ سے نجات کی عاجزی سے دُعا ضرور مانگتا رہتا تھا حتیٰ کہ ایک درویش سے ملاقات ہو گئی اور سب سوٹ وغیرہ اُتر گئے۔ اب اپنے وقت کا ماتم کر رہا ہوں۔ میری ملاقات کے وقت اُس کی رُوحانی حالت یہ تھی کہ تہجد کے وقت جب اُس نے مراقبہ کیا تو اُسے کہا گیا کہ جس شہر میں تم رہتے ہو وہاں لوگ حرام کھاتے ہیں۔ مذبح خانے میں صرف چھری پھیری جاتی ہے 'بسم اللہ اللہ اکبر' نہیں کہا جاتا۔ اُس وقت یہ ایک اعلیٰ افسر تھے۔ کار نکالی اور فوراً مذبح خانے پہنچے اور جب قصائی لوگوں سے پوچھا تو وہ کہنے لگے ہم تو صرف چھری پھیر دیتے ہیں تکبیر وغیرہ نہیں پڑھتے۔ پھر انہوں نے متعلقہ افسر کو کہہ کر معاملہ ٹھیک کروایا۔ بعد میں جب انہوں نے ڈاڑھی رکھی تو چہرہ بے حد نُورانی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو جہاں قوتِ غضبی اور قوتِ شہوی اور قوتِ خیر و شر عطا کی ہے وہاں قوتِ تمیز بھی خوب عطا کی ہے۔ اب انسان اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ قسمت ہے۔

کچھ حضرات نے بیعت کے متعلق پوچھا ہے۔ میرے لئے اس معاملے میں راہنمائی کرنا مشکل ہے۔ اسلئے کہ کچھ سالوں سے طور طریقے دیکھ کر مجھے علمائے کرام اور پیرانِ کرام سے ماہوسی ہے۔ اُن میں سے اکثریت اسمبلی کی سیٹ حاصل کرنے کی فکر میں رہتی ہے۔ اس کام کیلئے جائز ناجائز حربے استعمال کرتی ہے۔ اب تو پیروں کی بھی تنظیمیں ہیں۔ اُن میں بھی صدر اور جنرل سیکرٹری منتخب ہوتے ہیں۔

عزیزانِ من! بیعت کے لئے کسی مردِ کامل کی تلاش کرو جو آپکو راہِ سلوک پر کامیابی سے چلا سکے۔ اُس کے ہاتھ پر تو بہ آپ کے ظاہر و باطن کو کندن بنا دیگی شیخِ کامل توجہ باطنی سے مُرید کے باطن کے سب جھاڑ جھنکار صاف کر دیتا ہے۔ اور پھر کچھ عرصہ تک اُس کی مزید صفائی کرتا رہتا ہے اور جب اُس کا قلب ذکر کے لائق ہو جاتا ہے تو وہ ایک ہی نگاہِ فیضِ اثر سے اور ایک ہی ضرب سے مُرید کا قلب جاری کر دیتا ہے پھر وہ سوئے یا جاگے اُس کا قلب ہر وقت اللہ اللہ کرتا رہیگا یعنی ذکرِ دائمی شروع ہو جائے گا۔ اس طرح اگر مُرید کی نسبت اپنے مُرشدِ کامل سے صحیح ہے تو ایک نہ ایک دن مرنے سے پہلے اپنی منزل پہ پہنچ جائیگا مگر دیکھا گیا ہے کہ جب ایمان کی دولت مُرید کو حاصل ہونا شروع ہو جاتی ہے تو نفس اور شیطان اس کو گمراہ کرتے ہیں۔ اگر اُس کا تصورِ شیخ یا تصورِ ذات صحیح نہیں ہے تو گمراہ ہو جاتا ہے اور گمراہ کس طرح؟ وہ اس طرح کہ شیطان اور نفس اُس کو اُس کے مُرشد سے بدگمان کر دیتے ہیں۔ ہاں اگر رسمی مُریدی چاہے تو

گلی گلی پر صاحبان بیٹھے ہوتے ہیں۔ چھپے چھپائے خلافت نامے اُن کے پاس ہیں مگر وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ توجہ باطنی کسے کہتے ہیں اور روحانی تصرف سے قلب کس طرح جاری کیا جاتا ہے اور مُرید کو کون کونسی ضروری مشقیں کروا کے اُسے کسی قابل کیا جاسکتا ہے۔ وہاں نذرانے شکرانے تحائف کا معاملہ ہوتا ہے اور پر صاحب بھی کسی خاص وقت میں ایسے خوشحال مُریدوں کے لئے خوب دل سے دُعا کرتے ہیں تاکہ اُن کے کاروبار میں ترقی ہو اور پر صاحب کو بھی زیادہ نذرانہ شکرانہ ملے۔

ہاں یہ ضرور کہے دیتا ہوں کہ توبہ اور عبادت کا مزہ اور اس میں استقامت کا حصول بغیر مرشدِ کامل کے مشکل ہے۔

عزیزانِ من! آپ نے حالات اور دوسری وجوہات کی بنا پر انتہائی ناامیدی کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں میں اپنا تجربہ پیش کر سکتا ہوں۔ جب کوئی شخص اپنی اصلاح نہیں کرتا اور معاشرے کی اصلاح کے نعرے لگانے شروع کر دیتا ہے تو وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے اور جو اُس کا ساتھ دیتے ہیں وہ سب سے بڑے جاہل ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ انسان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اس حد تک کہ قناعت کا مقام حاصل ہو جائے۔ میں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے صحیح عقیدے اور نماز زکوٰۃ روزہ وغیرہ پر آہستہ آہستہ قائم ہو گیا ہوں جس کے نتیجے میں اپنے آپ کو اللہ کے

بہت قریب پاتا ہوں اور اُس کی رحمتوں کے مشاہدے بھی کرتا ہوں۔ میری جو بھی جائز ضروریات ہوتی ہیں اور ضروری ہوتی ہیں اُن کے لئے ربُّ العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مانگتا ہوں۔ اپنی طلب کا سخت محاسبہ کرتا ہوں۔ نفس کے ناجائز مطالبات اُسی وقت ٹھکرا دیتا ہوں۔ آج تک اللہ تعالیٰ سے میں نے جو جائز طلب کی اُس نے منظور کی اور عطا کی۔ بعض دفعہ دیر ضرور ہو گئی مگر اُس سے مجھے کبھی پریشانی نہیں ہوئی۔ میں نے جدیدیت کے تقاضوں کو نزدیک نہیں آنے دیا لہذا میری آمدنی کے اندر ہی میرے تمام اخراجات پورے ہو جاتے ہیں۔ میں نے نفس کے ناجائز مطالبات اور خواہشات کو سختی سے کچلا اور اسکا انعام مجھے قناعت اور قلبی سکون سے ملا۔ بحیثیت شہری بھی میں اپنی زندگی آرام سے گزار رہا ہوں۔ میں کسی سیاست یا ایسی فضول چیزوں میں ملوث نہیں ہوتا نہ ہی لوگوں سے غیر ضروری خلط ملط رکھتا ہوں۔ میں ہر وقت مطمئن اور اپنی عمر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بُلا وے کا بڑی بے چینی سے منتظر رہتا ہوں۔ انشاء اللہ یہ آرزو بھی اُس کے کرم سے پوری ہو جائے گی۔ اپنا تجربہ آپکے سامنے رکھ دیا ہے وضاحت کے ساتھ ۵

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات

جب مجھے پریشانی لاحق ہوتی ہے تو میں خاموشی اور سکوت اختیار کر لیتا ہوں اور اُس کے بعد پورے حضوری قلب سے اللہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اُس کی بارگاہِ عالی میں یوں عرض گزار ہوتا ہوں کہ اے اللہ! اگر یہ پریشانی

میری آزمائش ہے تو تو مجھے اس میں صبر و شکر کے ساتھ ثابت قدم رکھ اور اپنے فضل و کرم سے مجھے اس منزل میں کامیاب فرما اور اگر میری کسی لغزش یا خطا کی وجہ سے یہ پریشانی ہے تو میں سچے دل سے استغفار کرتا ہوں تو قبول فرما! صحیح صورتِ حال میرے قلب پر القا فرما کر تو میری راہنمائی فرما دے۔ بفضلہ تعالیٰ صحیح صورتِ حال قلب پر القا ہو جاتی ہے اور لغزش کی صورت میں استغفار کی ایک تسبیح پڑھتا ہوں اور کچھ صدقہ بطور کفارہ ادا کرتا ہوں۔ اُس کے چند گھنٹے کے بعد ربِّ کریم رحم فرماتے ہیں اور میری پریشانی دُور ہو جاتی ہے۔ خواہ میں صدقہ اپنے لئے دوں یا کسی اور سائل کی پریشانی کے لئے دوں (اکثر کو تو میں جانتا بھی نہیں ہوں) جب اللہ تعالیٰ کرم فرمادیتا ہے تو اُس کے تین دن کے بعد بھی روزانہ صدقہ دیتا ہوں بطور شکرانے کے۔ کتنا سہل نسخہ ہے اس کے کرنے میں بھی کوئی مُشکل نہیں اور اگر انسان اس کی عادت ڈال لے تو باطنی طور پر صاف سُتھرا رہتا ہے اور اُس کی معمول کی عبادت میں بھی کوئی خلل نہیں پڑتا۔ یہ کسی ستائش کی وجہ سے نہیں لکھا جا رہا۔ اب جب قبر میں ٹانگیں ہیں تو لوگوں کی ستائش و تعریف میرے کس کام کی۔

میرا ایمان ہے اور میری طویل زندگی کا تجربہ ثبوت ہے کہ جو اللہ کا صحیح راستہ صدقِ دل سے اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قدم پر اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کو اتنا کچھ عطا کرتا ہے جس سے وہ اپنی زندگی کی جائز ضروریات آسانی سے اور عزت سے پورا کر لیتا ہے۔ اور ایک راستہ شیطان کی طرف جاتا ہے جو انسان

اس راستے پر چلتے ہیں تو وہ خود مجتہم شیطان ہو جاتے ہیں۔ ان کو کبھی دین کی بھلائی نصیب نہیں ہوتی جب تک کہ وہ نصوحی توبہ نہیں کرتے۔ اسی توبہ کہ جس کے کرنے کے بعد گناہ کی طرف لوٹنے کی خواہش باقی نہ رہے۔ گناہ کو آخری طلاق دیکر آدمی اپنے رب کے آگے اپنے آپ کو ڈال دے۔

جن عزیزوں نے وسوسوں کی پریشانی کے بارے میں لکھا ہے انہیں جان لینا چاہیے کہ دنیا کا چور یا ڈاکو وہیں پر چوری کریگا یا ڈاکہ ڈالے گا جہاں پر مال اور دولت ہوگی۔ اسی طرح مومنوں پر بھی ڈاکہ پڑتا ہے۔ یہ ڈاکہ ایمان کی دولت پر پڑتا ہے اور یہ ڈاکہ شیطان ڈالتا ہے۔ جب انسان کو مرشدِ کامل مل جاتا ہے اور وہ اُس کی ہدایات کے مطابق عبادت و مجاہدہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکی ایمان کی دولت میں اُس کی توقع اور گمان سے بھی زیادہ ترقی دیتا ہے لہذا شیطان کا زور دار حملہ ان مُردانِ باصفا پر زیادہ ہوتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے دل میں جو وسوسے پیدا ہوتے ہیں اللہ نے ان کو معاف کر دیا جب تک کہ انسان اُن وسوسوں کے موافق عمل نہ کرے یا زبان سے کچھ نہ کہے۔

جب آپ کو وسوسے آئیں آپ اُن کی مزاحمت نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگیں کہ وہ اس خیال کو دُور کر دے۔ آپ اگر وسوسوں کی طرف

دھیان دیں گے تو اُلجھ کے رہ جائیں گے۔ آپ دوسوسوں کی طرف دھیان ہی نہ دیں اور جو عبادت یا وظیفہ یا نماز پڑھ رہے ہیں اُس کو زیادہ حضوری قلب سے ادا کرنا شروع کر دیں۔ کچھ عرصہ کے بعد جب شیطان دیکھے گا کہ آپ دوسوسوں کی طرف دھیان دینے کی بجائے اپنی عبادت زیادہ حضوری قلب سے ادا کر رہے ہیں اور اس طرح آپ کو پہلے سے زیادہ ثواب اللہ کی جناب سے مل رہا ہے تو وہ خود ہی مایوس ہو کر بھاگ جائے گا۔

آپ کے چچا زاد بھائی اور بہنیں اپنے والدین کے ساتھ انتہائی بے ادبی سے پیش آتے ہیں۔ اگر وہ اپنی اولاد کو مشنری اسکولوں میں پڑھانے کے ساتھ دینی تعلیم بھی دلواتے رہتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ اولاد کا گناہ والدین کو بھی ملتا ہے بشرطیکہ والدین نے اولاد کو شرعی تربیت نہ دی ہو۔ (شرعی تربیت سے مراد دین کی تعلیم دینا ہے)۔ حدیث شریف میں ہے: باپ جو اولاد کو دیتا ہے سب سے بہتر اچھی تربیت اور تعلیم ہے۔ باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اُس کا اچھا نام رکھے اور اُس کو حُسن ادب سے آراستہ کرے۔ اولاد نیک و صالح ہو تو اُس کا ثواب والدین کو ہمیشہ ملتا ہے۔ آپ کے ان بہن بھائیوں کے لئے کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی ان کے دل کی زمین بنجر ہو چکی ہے۔

بدتمیز اولاد انتہائی باغی طبیعت رکھتی ہے۔ کسی نصیحت کو سُننے کو تیار نہیں ہوتی۔ ہاں میری زندگی میں کچھ ایسے تجربات ہیں کہ ایسے لوگ راہِ راست پر آگئے

مگر اُن کے والدین اُن کے ہاتھوں بے پناہ تکلیفیں اٹھا کر دوسرے جہان جا چکے تھے۔ یہ لوگ خود بخود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ جب ان پر کوئی مُصیبت ٹوٹ پڑے اور کوئی ان کی مدد کرنے کو تیار نہ ہو اور یہ سخت پریشانی کی حالت میں سہاڑے کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں اُس وقت بے بس و لاچار ہو کر ناچار یہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دل سے توبہ کرتے ہیں۔ کچھ کو مُصیبت سے نجات حاصل ہو جاتی ہے اور لوگوں وہ نماز روزہ بھی شروع کر دیتے ہیں۔ بعض اوقات اولاد، ماں باپ کے نہایت ہی توہین آمیز رویہ سے بگڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ ماں باپ کا لم گلوچ اور طعنے دیتے رہتے ہیں۔ وہ خاموشی سے برداشت کرتے رہتے ہیں اور ایک دن اُن کے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔ وہ دین سے بھی بیزار ہو جاتے ہیں اور ماں باپ سے بھی اپنا تعلق ختم کر لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں قیامت والے دن ماں باپ کو بھی جواب دینا ہوگا اور اگر اولاد دین سے مُرتد ہو گئی تو اُس کا عذاب والدین پر بھی ہوگا۔

ہاں ان کے لئے اور ان کے والدین کے لئے آپ دُعا ضرور کرتے رہا کریں۔

آپ کا مسئلہ ایک نہایت ہی اہم مسئلہ ہے۔ آپ چونکہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چلتی ہیں۔ نیک ہونے کی وجہ سے آپ چاہتی ہیں کہ دوسرے بھی ایسے ہو جائیں۔ اس جذبے کے تحت آپ نیکی کی تبلیغ کرتی ہیں۔ لوگ آپ کے اس جذبے کو سراہنے کی بجائے تنقید کرنا شروع

کر دیتے ہیں۔ تبلیغ بہت مشکل چیز ہے جس چیز کے بارے میں تبلیغ کرنا ہو اُسکے متعلق پورا پورا علم ہونا چاہیے اور خود بھی اُس کا عامل ہونا چاہیے۔ پھر تبلیغ میں یہ بھی ضروری ہے کہ بات سچتہ طریقہ سے، حکمت سے اور کمال اسلوب سے پہنچائی جائے۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ جب دوسری طرف سے ایسی صورت پیش آجائے تو ایسے بد نصیب لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کے بارے میں بے فائدہ جھگڑا کرنا، قرآن اور اس کے احکام میں جھگڑنا انسان کو کفر کے نزدیک کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جھگڑاؤ آدمی سے دشمنی رکھتا ہے۔

محترم خاتون! یہ مرد اور عورت کا جھگڑا، جوں جوں جدیدیت اور مادیت کے انسان قریب ہوتا گیا، بڑھتا گیا۔ اب تو یہ ایک ایسی صورت اختیار کر گیا ہے کہ مسلمان اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو ماننے سے انکاری ہے مگر عجیب بات ہے کہ وہ اپنے آپ کو پھر بھی مسلمان سمجھتا ہے۔ پہلی چیز عقیدہ ہے۔ اگر عقیدہ خراب ہے فاسق ہے تو دائرہ اسلام سے خود بخود (فتویٰ لگائیں یا نہ لگائیں) خارج ہو جاتا ہے۔ جب دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا تو اسکے اعمال بارگاہ رب العزت میں قبول نہیں ہوتے۔ جب اللہ تعالیٰ کے کسی حکم، حد، طلاق یا زینت کی جگہوں کو چھپانا اور نگاہیں نیچی کر کے چلنے کو انصاف اور انسانی حقوق کے خلاف سمجھ کر بغاوت کی اور اس کے خلاف بولنا شروع کر دیا تو اُسکے اعمال تو اسی وقت غارت ہو گئے۔

جب انسان اسلام سے مشرف ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکے تمام گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ اُس پر فرض ہے کہ حدود و قیود میں رہ کر شریعت کے قوانین پر جہاں تک ہو سکے عمل کرے۔

آپ جس کو دیکھیں کہ وہ فاسق عقیدہ کی مالک ہیں اور نیز یہ کہ اصلاح قبول کرنے کی بجائے اس پر ضد سے اڑی ہوئی ہیں تو ایسے سے تو دین کی بات کرنا تو درکناً ویسے بھی اُس کی صحبت سے دُور رہنا چاہیے۔

دیکھیں جب آپ کسی سے دین کی بات کرنا چاہیں کہ دوسرے کی اصلاح ہو جائے تو پہلے اس سے یہ پوچھیں کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کو برحق سمجھتے ہیں اور احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برحق سمجھتے ہیں؟ اگر وہ جواب میں کہیں 'ہاں' تو پھر پوچھیں کہ یہ قرآن کا حکم ہے اور یہ حدیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو جب تک آپ مسلمان ہیں اُس وقت تک نہ ماننے کا اختیار کہاں سے آپ کو ملا ہے۔ اور آپ تاویلات میں اُلجھ کر بجائے اپنی طبیعت کو شریعتِ مقدسہ کے تابع کرنے کے آپ شریعتِ مقدسہ کو اپنی نفسانی خواہشات اور طبیعت کے مطابق کرنے کی کوشش کر کے گنہگار ہو جاتے ہیں۔

بعض جواب دیں گے کہ میں مسلمان ہوں مگر میں مذہب کو ذاتی معاملہ سمجھتا ہوں اور اس بارے میں کچھ اپنے Views بھی ہیں۔ اُن سے پوچھیے کہ اس کا آپ کو کس نے اختیار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔

کج بھٹی میں پڑنے کی بجائے صاف صاف کہیں کہ ایک دفعہ جب آپ اسلام میں داخل ہو کر مسلمان ہوتے ہیں تو آپ اس کی حدود و قیود میں رہ کر بات کر سکتے ہیں اور الحمد للہ آپ سے افہام و تفہیم کی غرض اور افادہ اٹھانے کے لئے ضرور بات چیت ہوگی۔ جو لبرل اسلام و انقلابی اسلام یا ریڈیکل اسلام سے وابستہ کہے تو اُسے صاف کہیں کہ جب آپ نے اللہ کے خلاف بغاوت کر کے یہ طریقہ اختیار کر لیا ہے تو کسی تبادلہ خیال کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے دین پر قائم رہیں اور میں اپنے دین پر۔

یہ کہنا کہ عورتوں کو مردوں پر فضیلت ہے۔ یہ حقائق کے خلاف ہے۔ آج جدیدیت، مادیت، نفسانی خواہشات اور دنیاوی دولت کی حرص سے عورت گمراہ ہو چکی ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی۔
 (2) اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ بعض نبیوں کو بعض نبیوں پر فضیلت ہے۔

(3) حضرت آدم علیہ السلام کی اُداسی اور تنہائی دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے آپ پر انعام فرمایا۔ آپ پر ایک میٹھی سی غنودگی طاری کر دی اور حضرت حوا کو اُن کی پسلی سے پیدا فرمایا اور پھر آپ کا عقد پڑھایا گیا اور وہ میاں بیوی کی زندگی گزارنے لگے اور یوں اُن کے دل بہلانے کا سامان پیدا ہوا۔

(4) اگر مرد عورت برابر ہوتے تو ان کی Anatomy ایک دوسرے سے بالکل مختلف نہ ہوتی۔

(5) عورت پر ہر مہینے جو بیماری آتی ہے وہ نہ آتی کیونکہ مرد کو ایسی بیماری نہیں آتی۔

(6) تولید کے مسئلے میں انصاف کا تقاضہ یہ ہوتا کہ ایک دفعہ مرد اور دوسری دفعہ عورت بچے کو جنم دیتی؛ اور مرد کے پستان بھی اس طرح ہوتے جن میں بچے کی پیدائش کے وقت دودھ آتا۔

(7) مرد کی بیماریاں مختلف ہیں اور عورت کی مختلف اور نہایت ہی پیچیدہ۔ انصاف کی رو سے ایسا نہ ہوتا۔

(8) عورت فطرتاً حسن کے بناؤ سنوار اور قیمتی ریشمی رنگ برنگے کپڑے پہننے کی طرف مائل ہے۔

(9) جو صحیح معنوں میں عورت ہے اُس کا میلان اچھے اچھے کھانے بنانے کی طرف ہے۔

(10) بچہ جس مصیبت سے ہوتا ہے عورت کو دوسری زندگی ملتی ہے اور کئی دن زچگی کی حالت ناگفتہ بہ رہتی ہے۔

(11) عورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور رحمت سے زبردست ماں کی مامتار کھی ہے۔ اگر بچے کی جان بیماری کی وجہ سے خطرے میں پڑ جائے تو ماں اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہو جاتی ہے۔

(12) پھر بچے کی پیدائش سے لیکر تین سال تک اُس کی پرورش کیلئے ماں کو تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں۔ وہ نہایت خندہ پیشانی اور محبت سے برداشت کرتی ہے اور اُس کی محبت و ایثار میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

(13) اسی طرح اگر خاوند کو کچھ ہو جائے تو بیوی سخت پریشان ہوتی ہے اور غم کے مارے اُس کی کھاٹ سے لگی رہتی ہے اور اُس کی خدمت میں دن رات ایک کر دیتی ہے۔

(14) اللہ تعالیٰ نے مرد کی فطرت مختلف بنائی ہے۔ وہ محنت و مشقت اور بہادری کے کاموں کو پسند کرتا ہے۔

(15) وہ زیادہ سے زیادہ کمانے کی فکر میں رہتا ہے تاکہ بیوی بچوں کو زیادہ سے زیادہ آسائش پہنچا سکے۔ اس کے لئے وہ سارا دن جان مارتا ہے۔

(16) گھر کی مالی اور معاشرتی ذمہ داریوں کو وہ اپنے اُوپر لیتا ہے۔

(17) یہ فضیلت اس کا رخا نہ قدرت کو صحت مند اور احسن طریقہ سے چلانے کے لئے ہے نہ کہ ایک دوسرے کی تذلیل اور توہین کرنے کو۔

(18) کسی ملک میں حکومت کا نظام چلانے کے لئے آپ نے دو صدر یا بادشاہ یا وزیر اعظم نہیں دیکھے ہوں گے کیونکہ یہ کسی طرح ممکن نہیں۔ اسی طرح ہر گھر ایک چھوٹی سی مملکت ہے۔ مرد اگر صدر یا بادشاہ ہے تو عورت اس کی وزیر اعظم (با اختیار بے اختیار نہیں)۔

(19) دونوں کا دائرہ کار جدا جدا مگر واضح ہے اور ان میں کوئی تصادم

نہیں اور اُس کو باہمی احترام کے ساتھ چلایا جاتا ہے۔ یہاں گھر میں بچے اور ملازم وغیرہ رعایا ہیں۔

(20) جتنی ہم آہنگی اور باہمی احترام اچھے ہوں گے اتنا ہی گھر جنت کی طرح ہوگا۔ اگر کوئی ان حقائق سے اپنی نفسانیت اور انا پرستی کی وجہ سے انکار کرتا ہے تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ فضیلت تو ٹھیک ہے اور اپنی جگہ پر ہے۔

اب دوسری طرف آجائے۔ عملاً گھریلو زندگی میں 90 فیصدی گھرانوں میں عورت پر ایسے ایسے ظلم شوہر توڑتے ہیں کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جو نہی مرد اپنے گھر داخل ہوتا ہے تو اُس کا دوسرا چہرہ ہوتا ہے وہ چہرہ ہلا کو خان اور چنگیز خان کا ہوتا ہے۔ آفرین ہے عورت پر کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا صبر دیا ہوا ہے وہ یہ سب مظالم برداشت کرتی ہے۔ اگر مظالم میں کوئی کمی رہ جاتی ہے تو ماں اور بہنیں اُس کے شوہر کو بھڑکاتی ہیں اور پھر تو اکثر اوقات مار پیٹ کی نوبت آجاتی ہے۔ حالانکہ ساس کتنے ارمانوں سے بہو کو لاتی ہے لیکن امیر مہوں یا غریباً۔۔۔ سب جگہ ساس نے بہو کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ رادھرنندوں کو لیجئے بھابھی لاتے وقت واری صدقے اور اُس کے بعد وہ جو محاذ اپنی بھابھی کے خلاف کھولتی ہیں اُس کا اندازہ تو آپ کو بھی ہوگا۔ جن گھروں میں تھوڑی بہت دولت ہے وہاں دیکھئے بہن بہن کا گلا کاٹنے کو پھر رہی ہے کہ اُس سے زیادہ جائیداد مجھے ملے اور پھر کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کئے جاتے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ

بے شمار خواتین نے ساس، نندوں اور سوکنوں کے ظلم سے تنگ آکر خودکشی کر لی۔ یہ عورت ہی ہے کہ اولاد نہیں ہوتی تو دوسری عورتوں کے معصوم بچے اٹھالیتی ہے اور پھر ان بچوں کی ماؤں پر جو گزرتی ہے وہ وہی جانتی ہیں وہ زندہ درگور ہوتی ہیں۔ نجومی، عامل، کامل، فقیر سب جگہ جاتی ہیں کچھ "Cases" پکڑے بھی جاتے ہیں مگر یہاں اس ملک میں تو انصاف کا جنازہ ہی نکل گیا ہے۔ کوئی دادرسی نہیں۔ جو حکمران آتا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ شاید کچھ حالات ٹھیک ہو جائیں مگر وہ اپنی ساری قوتیں اپنے پہلے والے حکمران کے خاندان اور ان کے حمایتیوں کو تباہ کرنے میں خرچ کر دیتے ہیں۔ آج تک پاکستان میں الزامی اور انتقامی سیاست چلی آرہی ہے۔ احترامی سیاست کا وجود تک نہیں۔ جو مقدمہ کرتا ہے وہ خود پھنس جاتا ہے اور جس پر مقدمہ کیا جاتا ہے وہ چین کی نیند سوتا ہے۔

غرضیکہ 98 فیصدی گھروں کے اندر نہایت بے سکونی سے زندگی گذر رہی ہے اور سب مسائل ایسی صورت اختیار کر گئے ہیں کہ بظاہر کوئی حل ہی نہیں۔ اب فیروں پیروں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ دنیا دار پیر اور عامل خوب ٹھگتے ہیں اور انہیں بوقوف بناتے رہتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ عورتیں بھگت رہی ہیں مگر اس کے باوجود زبان تک نہیں کھولتیں۔ ہاں مردوں کے متعلق دھواں دار تقریریں ہوتی ہیں اور مضامین لکھے جاتے ہیں لیکن بی جمالو کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے یا پھر کوئی معاہدہ ہوا ہے کہ ظلم جھیلے جاؤ مگر اُن تک نہ کرو اور

توپ کے دہانوں کا رخ مردوں کی طرف رہے۔ انصاف کا تو یہ تقاضا ہے کہ عورتوں میں سے ایک مضبوط تنظیم بنائی جائے جو ان بدکردار عورتوں کے خلاف آواز اٹھائے ورنہ اونٹ کسی کر دٹ نہیں بیٹھے گا۔

جب تک ہم لوگ اسلام کے قوانین پر عمل نہیں کرتے، کچھ نہیں ہو سکتا۔ جب ہم صحیح معنوں میں صدق دل سے مسلمان ہو جائیں گے تو خوفِ خدا سے ایک چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کریں گے۔

اس کے علاوہ جتنے ادارے عورتوں کو حقوق دینے کے لئے دنیا بھر میں بنائے گئے ہیں وہ کچھ بھی نہیں کر سکے۔ سوائے اس کے کہ رپورٹ مرتب کر کے اپنے دفتر کی فائل میں لگا دیں۔ جب رپورٹ پر Implementation ہی نہیں تو ادائے کے ہونے اور اس کے رپورٹ میں تیار کرنے سے کیا بنتا ہے۔ اُنکے نمائندے اگر گھر میں جلاتے بھی ہیں تو اُن کے جانے کے بعد اُن کی شامت آجاتی ہے۔ 90 فیصدی عورتیں نہایت گھٹن کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ یہ معاشرے کا ایک بہت بڑا ناسور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو فضیلت عطا کی اور وہ اس فضیلت کا اس قدر ناجائز فائدہ اٹھائے۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بیویوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ اس کے لئے تو محلے محلے تنظیمیں ہونا چاہئیں جو ہنی انہیں اپنے محلے میں کسی گھر میں تشدد کا پتہ چلے سارا محلہ اس گھر سے ہر طرح قطع تعلق کر کے اُن کا حقہ پانی بند کر دے۔

اس کے علاوہ ایک اور بڑی مُصیبت خوشحال طبقے میں ہے من حیث الفقیر

میرے پاس جتنے کیس آئے اور آرہے ہیں وہاں صورتِ حال یہ ہے کہ خاوند بڑا امیر کبیر ہے یا صنعتکار ہے یا اعلیٰ افسر ہے۔ بیگم نے اُن سے اپنی کسی اچھی سہیلی کا تعارف کرادیا۔ بہت جلدی سہیلی نے اُن کے خاوند پہ ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے اور پھر گناہ آلود زندگی شروع ہو گئی۔ اب خاوند نے بیوی بچوں کی طرف بے اعتنائی اختیار کر لی۔ رات کو دیر سے آنے لگے۔ بیگم کو فکر ہوئی۔ اُس نے سُرراغ لگایا تو پتہ چلا کہ اُس کی سہیلی نے ہی ناگن بن کر اُسے ڈس لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ ہے مگر دل کا چین و سکون برباد، گھر ویران ویران سا ہونے لگ گیا۔ زیادہ پتہ لگوایا تو معلوم ہوا کہ وہ سہیلی کسی عیاش گروہ سے تعلق بھی رکھتی ہے۔ اُس کا کچھ بگاڑ ہی نہیں سکتی — اب خاوند بات بات پر ناراض ہونے لگ گیا۔ گھر کا خرچ کم دینے لگ گیا اور اُس میں بچوں کی فیس دینا بھی مشکل ہو گئی۔ پھر ایک دن بم پھٹا کہ خفیہ شادی بھی کر لی ہے۔ خوشحال معاشرہ یوں برباد ہو رہا ہے۔ خاوند خوب شراب نوشی کر کے گھر میں داخل ہوتا ہے اور دوسری بیوی کی ہر فرمائش پوری کی جاتی ہے۔ قیمتی تحائف دیتے جا رہے ہیں۔ یوں عورت عورت کو برباد کر رہی ہے اور یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ میری سہیلی ہے اور اچھی سہیلی ہے اور اسکے بچے بھی ہیں جب بھی اس کو ذرہ بھر ترس نہیں آتا بلکہ اُلٹا اُس کو طلاق دلوانے کے لئے دباؤ ڈالتی ہے تو نہ Women Forum نہ کوئی رفاہی ادارہ نہ مولوی یا پیر یا اور کوئی سماجی لیڈر اس پر بات کرتا ہے۔ امیر کبیر اور صاحب اقتدار لوگوں کے معاشرے کو بدکاری کی یہ دیمک چاٹ گئی اور چاٹ رہی ہے۔ چند اچھے لوگ منہ میں زبان

دبانے بیٹھے ہیں۔ میرے پاس کئی اعلیٰ طبقہ کی خواتین نے اس کا اظہار بڑے دکھ بھرے لہجے میں کیا۔ عجیب بات ہے مردوں کے متعلق اتنا شور مچایا ہوا ہے اور جو حقیقت یعنی سب سے زیادہ عورت کی گھر بیوی زندگی کو تباہ کرنے والی عورت ہے کوئی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ ایسی بدکار عورتیں جہاں جاتی ہیں وہاں ان کی عزت ہوتی ہے۔ ان کے کاروبار کے یاد دوسرے کام فوراً اور بلا تاخیر ہوتے ہیں۔ ان کو بڑے بڑے Functions میں بلایا جاتا ہے۔ بعض تقریر بھی کرتی ہیں۔

یہ اتنا بڑا ناسور ہے آخر عورتیں کوئی موثر تنظیم بنا کر یہ بہو ساس 'نند اور بھاوج کے فتنہ فساد کو کچلنے کے لئے کیوں نہیں قدم اٹھاتیں۔ اخباروں میں دردناک قصے خودکشی کے بھی آتے ہیں۔ بشمار گھر تباہ ہو رہے ہیں۔

متوسط طبقے اور غریب طبقے کی وہ مصیبت اور کھاتے پیتے پڑھے لکھے امیر کبیر لوگوں کے اندر اس قدر عیاشیاں اور گھر کی بربادیاں یہ سب دین سے دور ہونے کی وجہ ہے۔ جب انسان اپنے بنائے ہوئے قانون پر چلے گا تو یہی نتیجہ ہوگا کبھی انصاف نہیں ملے گا۔ مجرم پر پولیس ہاتھ بھی ڈالتی ہے۔ اگر عدالتوں میں مقدمہ کرو تو برسوں لگ جاتے ہیں۔ کرپشن اس قدر بڑھ گئی ہے کہ قتل کر کے بھی لوگ اپنے اثر و رسوخ اور دولت سے باعزت رہا ہو کر آجاتے ہیں اور مقتول کے ورثا جب اپنی آنکھوں سے قاتلوں کو دندناتے ہوئے دیکھتے ہیں تو انہیں اپنی جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔

چونکہ ہمارا معاشرہ اسلامی نہیں اور مسلمانوں کے دل میں خوفِ خدا اور محبتِ رسول نہیں ہے لہذا ہر مسلمان اپنے بنائے ہوئے طریقے سے اپنی جائیداد کے بارے میں وصیت کرتا ہے۔ چونکہ اولاد اس حد تک نافرمان ہو چکی ہے کہ بعض گھرانوں میں نوجوان لڑکوں نے اپنے باپ کو مارا تک بھی ہے اسلئے والدین ان کو پائی تک دینا پسند نہیں کرتے۔ اس میں پہلی چیز یہ ہے کہ جب تک آپ لوگوں کے والدین آپ کو دین کے خلاف کوئی کام کرنے کو نہ کہیں، اُس وقت تک ان کا ادب و احترام اور ان پر احسان کرنا آپ پر لازم ہے خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔ اب آپ کے سوالوں کے دوسرے جزو کی طرف آتے ہیں۔ آپ کے والدین موروثی جائیداد سے آپ کو عاق نہیں کر سکتے۔

ایک حدیث شریف آپ کے سارے سوالوں کے لئے انشاء اللہ کافی ہوگی۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا۔ خداوند تعالیٰ قیامت کے روز جنت میں اس کی میراث کاٹ لیگا یعنی بہشت میں اُس کو جانے نہ دیگا۔

بدقسمتی سے آج کل اولاد اور والدین کے تعلقات بیکدشیدہ ہیں اور والدین اسی وجہ سے 'عاق نامے' اخباروں میں چھپوا رہے ہیں۔ اولاد کو یہ حدیث شریف کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔ پوچھا۔ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور ماں باپ

ہی تمہارا دوزخ!“ - ارشاد باری تعالیٰ ہے ” اور دُعا کرو کہ پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش فرمائی تھی۔
قرآن پاک میں ماں باپ کے حق کو خدا کے حق کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور
خدا کی شکرگزاری کی تاکید کے ساتھ ساتھ ماں باپ کی شکرگزاری کی تاکید کی ہے
اور یہ بھی فرمایا کہ ان کے سامنے اُفت تک نہ کرو (ان کا اس حد تک ادب کرو)۔

انسان خود مفلس ہو جاتا ہے اپنی خواہشاتِ نفسانی کا شکار ہو کر۔ اللہ اور
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکام کو بھی بھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
کلام پاک میں فرمادیا ہے۔ ”کھاؤ پیو اور اسراف مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اسراف
کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ دوسری جگہ فرمایا (فضول خرچی کرنے والوں کے
بارے میں) ”فضول مت بھیر، بے شک فضول بھیرنے والے شیطانوں کے بھائی
ہیں۔“ اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

— ”کامیاب ہے وہ شخص جو اسلام لایا اور کفایت و قناعت پر اپنی زندگی
کی بنیاد رکھی۔“

— پھر فرمایا۔ ”جس نے خرچ میں میانہ روی اختیار کی وہ کبھی مفلس نہ ہوگا۔“

— پھر فرمایا۔ ”راضی رہ تو اللہ کی تقسیم پر۔ ہو جاوے گا سب لوگوں سے زیادہ بے پرواہ۔“

یہاں تعویذ یا وظیفہ پڑھنے سے پہلے خرچ میں اعتدال ضروری ہے۔ ویسے

میری تالیف ”طریقت کے چراغ“ میں ایک پورا مفضل باب وظائف و عملیات

کا ہر مشکل، حاجت، بیماری اور سحر وغیرہ کے لئے دیا ہوا ہے۔ یہ کتاب قیمتاً اگر ضرورت ناگزیر ہو تو خرید لی جائے۔ اس میں سے قاری خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسرے پریشان حال لوگوں کو بھی بتا سکتا ہے۔ ہر خاص و عام کو فقیر کی طرف سے وظائف وغیرہ کی اجازت ہے فی سبیل اللہ۔ یہ اس لئے کہ لوگ عمل کریں والے عالموں کے چکر میں پھنس کر رقم نہ گنوائیں اور ان کے چنگل سے بچ سکیں۔ یہ تالیف بیرون ملک اور اندرون ملک جہاں جہاں پہنچی اسکی بڑی پذیرائی ہوئی۔ لوگوں کے بجد اصرار پر دوسرا Revised Edition شائع کرنا پڑا اس میں کچھ چیزوں کا اور اضافہ (32 صفحات کا) بھی کیا گیا ہے جس کو قارئین نے بہت پسند کیا ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو اپنے بندوں کو نیکی کی توفیق دیتا ہے اور ان کو نفس، شیطان اور مفسد لوگوں کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

عورت کی حکمرانی کے بارے میں بہت کچھ اخباروں میں شائع ہوتا رہا ہے اب مزید باقی کیا رہا ہے۔ اسلامی جماعت نے ایک کتابچہ بھی شائع کیا۔ عورت کی حکمرانی صرف آپ کے ہی لادینی ملک (کہنے سے ملک Islamic Republic of Pakistan نہیں بن جاتا) میں ہی نہیں بلکہ بنگلہ دیش اور ترکی میں بھی عورت ہی وزیر اعظم ہیں۔ غیر مسلم ملکوں میں تو عورتیں وزیر اعظم ہیں اور رہی ہیں۔

کوئی مانے یا نہ مانے اس سے آپ کو کیا غرض، آپ اور ہم بحیثیت مسلمان

کے تو مانتے ہی ہیں۔ انسان دولتِ اقدار کے نشے میں اتنا چکنا چور ہو جاتا ہے کہ اُس کو ہرنکی بُرائی اور بُرائی فنونِ لطیفہ نظر آتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ہر جاندار شے کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور سبھی نوعِ انسان کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب نبی انسان کی رُشد و ہدایت کے لئے آئے مگر سوائے چند انسانوں کے سب نے بغاوت کی اور شیطان کا راستہ اختیار کیا۔

میرے علم میں نہیں کہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ یا ملکہ یا جنرل نے مرتے وقت ملکِ الموت سے یہ کہا ہو کہ میں تمہارے اللہ کے قانون کو جب مانتا ہی نہیں تو تم میرے پاس کیوں آئے ہو۔ جاؤ واپس چلے جاؤ۔ میں نہیں مرونگا، یا کسی نے اپنی حکومت یا زریا رسوخ کے زور سے دردناک عذابِ قبر سے نجات پائی ہو اور اب تو مختلف جگہوں پر مردوں کو دفناتے وقت قبر میں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے خوفناک مناظر دیکھے اور اخباروں میں خبریں بھی آئیں لیکن حضرت انسان ٹس سے مس نہیں ہوتا۔

مجھے بتائیں اس سے اللہ تعالیٰ کو کیا فرق پڑتا ہے وہ ذات تو ان چیزوں سے بے پرواہ ہے۔ ان بڑے بڑے بر، امیر کبیر اور ظالم حاکموں کو معلوم نہیں کہ قبر کا لڑکھا کتنا خوفناک ہے اور مٹی ڈالنے کے فوراً بعد ہی حساب کتاب شروع ہو جائیگا۔ قبر میں نہ "Air conditioner" نہ "T.V. Set" نہ اور تعیش کے سامان ہوں گے۔ اُس وقت یہ لوگ جو اپنے آپ کو عقلِ کل سمجھتے ہیں کیا کریں گے۔ عورتوں کے بارے میں ارشادِ ربّانی ہے :

— ”مرد عورتوں پر قوام یعنی حاکم، ننگراں ہیں۔“ (النساء)
 — ”اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پچھلی جاہلیت کی طرح بن سنور کر
 باہر نہ جاؤ۔“ (الاحزاب)
 — ”اور عورت اپنے شوہر کے گھر والوں اور اُس کی اولاد پر ننگراں ہے اور وہی
 اس کی ذمہ داری ہے۔“

ارشادِ ربّانی ہے: ”اے عورتو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ بے شک
 ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہے۔“

”اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور سب مسلمانوں
 کی عورتوں سے فرمادھیجئے کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصّہ مُنھ پر ڈال لیا کریں۔ یہ اس
 سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی (کہ وہ شریف عورتیں ہیں اور ان کو
 ستیانہ جاوے گا یعنی بدقماش آوارہ لوگ اُن کو ستانہ سکیں گے) اور اللہ تعالیٰ
 بخشنے والا مہربان ہے۔“ (الاحزاب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 ”وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جو اپنے معاملات کی ذمہ داری کسی
 عورت کے سپرد کر دے۔“ (بخاری شریف)
 پھر فرمایا:

”جب تمہارے اُمّراتم میں سے بہترین لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند
 لوگ تم میں سے سخی لوگ ہوں اور تمہارے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے

ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لئے اُس کے پیٹ سے بہتر ہے؛ اور جب تمہارے
 اُمرا تم میں سے بدترین لوگ ہوں اور تمہارے دولت مند لوگ تم میں سے بخیل
 لوگ ہوں اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہو جائیں تو زمین کا
 پیٹ تمہارے لئے اُس کی پشت سے بہتر ہوگا۔ (ترمذی شریف)

نفس کے بارے میں جو تعلیم آپ چاہتے ہیں وہ کسی شیخ کامل سے ہی
 حاصل ہو سکتی ہے۔ انسان کے اندر قلب معدن الخیر ہے اور نفس منبع شر ہے،
 اور دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ قلب کا ایک درجہ نفس کی طرف کھلتا
 ہے۔ باطنی منازل طے کرنے والے عبادت کے ساتھ ساتھ مجاہدہ نفس کرتے
 ہیں۔ سب سے پہلے اُن کو نفسِ امارہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ نفسِ امارہ گناہ،
 نافرمانی، فسق و فجور کی طرف راغب کرتا ہے۔ جب طالبِ حق مسلسل مجاہدہ
 کر کے اس کو علائقِ دنیاوی سے پاک کرتا ہے تو نفسِ حلیمہ ہوتا ہے۔ یہاں وہ اپنے
 نفس کی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔ بعض نفوس قدسیہ نفسِ حلیمہ سے بلند تر
 درجے نفسِ نوامہ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اس سے آگے نفسِ راضیہ اور
 نفسِ مرضیہ کے ارتقائی مدارج طے کر لینے کے بعد نفسِ کاملہ کی منزل پہ فائز
 ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اللہ کے فضل سے اور مرشدِ کامل کی رہنمائی سے حاصل
 ہوتا ہے۔

مسلم لیگ تقسیم ہندوستان سے پہلے بھی اور بعد میں بھی کبھی کوئی سیاسی جماعت تھی نہ اب ہے۔ ہاں سیاسی جماعت اپنے آپ کو سمجھتی تھی۔ یہ ایک مسلمانوں کی تحریک تھی۔ اکثریت اس کی وڈیروں جاگیرداروں اور اناپرستیوں کی سرپرستی میں تھی۔ چند مخلص لوگ ضرور تھے مگر ان کو پاکستان بننے کے بعد اٹھنے نہیں دیا گیا۔ پاکستان میں مسلم لیگ نے بچے جننے شروع کئے اور آج تک یہ کام جاری ہے۔ اب تک دس گیارہ تو بن چکی ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی سیاسی جماعت بننے کے لئے Homework نہیں کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی کہ انکو حکومت کرنے کا کبھی بھی موقع ملا مگر کبھی بھی یہ اپنی اہلیت ثابت نہ کر سکے اور اپنی اناپرستی کو چھوڑ نہ سکے اور آج تک ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ ہر ایک نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنائی ہوئی ہے۔ پاکستان میں صرف دو پارٹیاں ہیں جنہوں نے اپنا Homework خوب کیا ہوا ہے اور ان کی اسٹریٹ پاور بھی زبردست ہے۔ ایک PPP اور دوسری جماعت MQM ہے۔

آپ کی پریشانی اپنی جگہ سجا ہے۔ ہر شخص جاننا چاہتا ہے کہ یہ صورتحال تقسیم کے بعد سے آج تک چلی آرہی ہے یہ کب تک رہے گی اور اب تو حالات انتہائی ابتر اور ناقابل برداشت ہیں۔

پہلے لوگ ڈاکے ڈالتے تھے اب پولیس ڈاکے ڈالتی ہے۔ ملزم پولیس کی ریمانڈ میں ہوتا ہے۔ مجسٹریٹ ضمانت پر رہا کر دیتا ہے۔ پہلے پستول یا بندوق

ملتی تھی اب بموں اور میزائلوں کی فیکٹریاں ملتی ہیں۔ پولیس ڈی آئی جی پولیس ایس ایس پی یا بڑی سفارش پر FIR درج کرتی ہے۔ اب ڈاکو دندنا کر پولیس تھانوں پر حملہ کرتے ہیں اور فوجیوں کو بھی اغوا کرتے ہیں۔

یہ حالات جو آپ نے لکھے ہیں کیا ایک دن میں پیدا ہو گئے یا عرصہ دراز سے یہ کام شروع ہو کر یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ جہاں قانون کی بالادستی ختم ہو جائے اور قانون بنانے والا ہی بے رحمی اور بددیانتی سے اُسے توڑتا رہے یا اُس کو اپنے مفاد کے مطابق بنانے کے لئے اُسے توڑتا مڑتا رہے، وہاں طوائف الملوکی کا ہونا ضروری ہے پھر ایسی قوموں کو وقت کھلونا سمجھتا ہے اور خوب توڑتا پھوڑتا رہتا ہے۔ وقت کسی کی نہ پرواہ کرتا ہے نہ انتظار کرتا ہے۔ بلبن (Balban) ایک زبردست جابر بادشاہ تھا۔ اُس کو کبھی کسی نے منستے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس کے دو بیٹے تھے ایک بغرا خاں دوسرا طغرل خاں۔ ایک کو اُس نے بنگال کا گورنر بنایا۔ اُس نے بغاوت کی۔ بلبن اپنے دوسرے بیٹے کو لیکر خود بغاوت کچلنے گیا۔ لڑکے کو شکست ہوئی۔ معافی مانگنے پر بھی اس کو ذرہ بھر رحم نہیں آیا اور حکم دیا کہ اسے مسٹ ہاتھی کے پاؤں تلے روند دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ کچلا جا رہا تھا اور آہ و بکا کر رہا تھا تو بلبن اپنے دوسرے بیٹے کو کہنے لگا۔ اب تم اس جگہ کے گورنر ہو۔ اگر تم نے بھی ایسی حرکت کی تو تم کو اس سے بھی زیادہ عبرتناک سزا دی جائے گی۔

اب یہاں تو ہر شعبے میں کاروبار اس طرح چلتا ہے : Show me

ہر شعبے (چھوٹے بڑے) the man and I will show you the rule".

میں Strong مافیا موجود ہے۔ اُن پر کوئی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ اُن کی رسائی محلوں تک ہے۔

پاکستان کی بد نصیبی یہ ہے کہ آج تک لوگوں کو یہی معلوم نہیں ہو سکا کہ پاکستان کا مالک کون ہے۔ جو قوم اپنے محسن کو قتل کرتی ہے وہ ذلت سے بچ نہیں سکتی اور جس قوم میں بددیانت بادشاہ کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کی ہمت نہ ہو تو وہ عنقریب اپنی آزادی کی نعمت کھودیتی ہے۔

قوم نے نواب زادہ لیاقت علی کے قتل کے بارے میں خوب شور مچایا اور آج تک شور مچا رہی ہے مگر کیا کسی نے یہ بھی کبھی پوچھا کہ قائد اعظم کو کس نے قتل کیا؟ بظاہر تو کوئی گولی نہیں ماری گئی نہ تلوار کا وار! پھر یہ کیسے ہوا!! ایک دفعہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پریشانی کی حالت میں مجھ سے کہا کہ چند روز ہوئے قائد اعظم سے ملاقات ہوئی اور میں نے نفاذِ شریعتِ محمدی کا ذکر کیا۔ وہ کہنے لگے۔ مولانا مجھے ذرا ہوش تو لینے دیں اور پھر رازدارانہ لہجہ میں کہا کہ مولانا کل تک جو میرا دست راست تھا اور میرے سامنے کانپتا تھا، آج میری زندگی کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ مولانا نے اور بھی باتیں بتائیں لیکن میں انہیں لکھنا بے فائدہ سمجھتا ہوں۔

قائد اعظم پر بے پناہ Pressure ڈالا گیا کہ آپ کی صحت کام کی اجازت نہیں دیتی۔ اب آپ آرام کریں۔ وہ ایک بہت بڑا قانون داں تھا۔ ملکی حالات

اور دوسرے حالات مخالفین کے حق میں تھے۔ خاموشی سے زیارت منتقل کر دیئے گئے۔ اُس وقت کچھ لوگ جنتا کی صورت میں تھے۔ نواب زادہ لیاقت علی، فیلڈ مارشل ایوب، اسکندر مرزا وغیرہ شراب کی محفلیں خوب ہوتیں ہندوستان میں مسلم لیگ کے لیڈروں نے لوگوں کو یہ بتایا کہ اسلام نافذ کرنے کے لئے پاکستان حاصل کر رہے ہیں۔ خوب نعرے لگوائے اور نعروں کے زور پر پاکستان قائم ہو گیا۔ بد قسمتی یہ ہوئی کہ وہ لوگ جو پاکستان کے مخالف تھے، پاکستان منتقل ہو گئے اور فوج کے اندر قادیانی افسروں کا زور، سول میں شیعہ فرقہ طاقتور، اُدھر کابینہ میں وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ تھا۔ وہ کٹر متعصب قادیانی تھا جس نے قائد اعظمؒ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے انکار کر دیا تھا۔ جو اصلی پاکستانی کٹ کٹا کر بچ کر آ گیا وہ وہاں بھی قلی گیری کرتا تھا یہاں بھی آکر بے چارہ قلی گیری کرنے لگا۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جب زیارت سے کراچی لایا گیا تو ایسی ایبوی لینس بھیجی گئی جو راستہ میں ہی خراب ہو گئی اور وہیں ایک طرف روک کر کھڑی کر دی گئی۔ قائد اعظمؒ کو ہاتھ سے دو گھنٹے تک پنکھا جھولا گیا۔

جب قائد اعظمؒ اللہ کو پیارے ہو گئے تو اس کے بعد محترمہ فاطمہ جناح کو نظر بند کر دیا گیا۔ کرنل الہی بخش نے ایک کتابچہ ”قائد اعظمؒ کے آخری ایام“ لکھا۔ اس میں کوئی اشتعال دلانے والی خبر نہ تھی مگر چور کی ڈاڑھی میں تنکا۔ اس کی اشاعت پہ بھی فوری پابندی لگادی گئی۔

علمائے دین میں سب سے زیادہ دیوبندی علماء (ماسوائے چند کے) اور

وہابیہ فرقہ کے لوگوں نے مخالفت کی اور وہ آج بھی یہاں خوب خوشحال ہیں۔
 ابھی حال ہی میں مولانا فضل الرحمن نے ایک انٹرویو میں کہا۔ ”قیامِ پاکستان
 فراڈِ اعظم ہے۔“ چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ! اب
 سنیئے اُن کے والد صاحب مفتی محمود اس امر پر فخر کرتے تھے کہ وہ پاکستان بنانے کے
 گناہ میں شریک نہ ہوئے۔ مگر جب سرحد کی وزارتِ اعلیٰ کا معاملہ آیا تو وزیرِ اعلیٰ
 بنے اور گناہِ ثواب بن گیا۔ ان کے کردار کا یہ عالم ہے کہ جنرل ضیاء الحق ایک دفعہ مولانا
 فضل الرحمن کے گھر گئے اور لوگ بھی تھے۔ کہنے لگے مولانا آپ کی میں نے دستار بندی
 کی تھی۔ اب جواب سنیئے۔ ”اچھا مجھے تو یاد نہیں۔“ اسلامی جماعت کے بانی نے کبھی
 بھولے سے بھی قائدِ اعظم کے مزار شریف پر حاضری نہ دی۔ اسی طرح وہابیہ کے کسی عالم
 نے حاضری نہ دی۔ آج یہ لوگ پاکستان کی عنانِ حکومت تھامے ہوئے ہیں۔ ان
 سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

پاکستان میں آج تک جس نے بھی ڈاکہ ڈال کر اقتدار حاصل کیا۔ اُس نے
 اپنے سے پہلے حکمرانوں کو خوب بُرا بھلا کہا اور یہ کہ انہوں نے ملک کو تباہ کر دیا
 اور پھر خود Saviour بننے کا دعویٰ کیا۔ اپنا ڈھونگ رچایا کہ اب کچھ وقت میں
 مُلک کو سونے کی چڑیا بنا کر دکھادیں گے۔ یہ کھیل آج تک جاری ہے۔
 جس جنتا کائیں نے اوپر ذکر کیا اُس میں سے نواب زادہ کو گولی مار کر ہلاک
 کر دیا گیا۔ انہوں نے سکندر مرزا کو گورنر جنرل بنا کر بٹھا دیا۔ اب سنیئے۔ ایک دن
 جنرل ایوب غصے میں بھرے ہوئے سکندر مرزا کے پاس آئے اور اپنا Retirement

Order دکھاتے ہوئے سکندر مرزا کو بہت بُرا بھلا کہا کہ میری بٹی اور مجھ سے ہی میاؤں! انہوں نے بہت کوشش کی یقین دلانے کی کہ اُن کی Service سے Retirement کی منظوری اُن سے نہیں لی گئی اور یقین دلایا کہ میں وزیر اعظم سے فوراً بات کرتا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں اور چارج نہ چھوڑیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وزیر اعظم ملک فیروز خان نون کو فوراً بلایا اور کہا۔ یہ آپ نے کیا کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ انکی Retirement Age مکمل ہو گئی تھی یہ Normal Course میں ریٹائر کر دیئے گئے ہیں۔ سکندر مرزا ایک گھنٹے تک اُن کو Orders منسوخ کرنے کے لئے کہتے رہے۔ وہ بڑی مشکل سے مانے۔ چنانچہ وہ Orders منسوخ ہوئے۔ پھر بعد میں جنرل ایوب نے مارشل لا لگا کر سکندر مرزا صاحب اور ملک فیروز خان نون دونوں کا پتہ صاف کر دیا اور Radio پر تقریر کی کہ سیاستدانوں نے اچھے خاصے ملک کو بھان متی کا کھیل بنا دیا یعنی پہلے سب 'کرپٹ' تھے اور اب انہوں نے دیانتداری کا دور شروع کر دیا۔ وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ انہوں نے پہلا حملہ لیگ پر کیا اور دوسرا حملہ مذہب اسلام پر کیا۔

صدر ایوب نے ایک Islamic Research Council قائم کر دی تاکہ اسلام کا ایک ماڈرن ایڈیشن تیار کیا جائے جس کا سربراہ ڈاکٹر فضل الرحمن کو بنایا گیا۔ اس شخص نے سوڈ کے جواز میں 52 صفحات کا فتویٰ جاری کیا۔ اسکے علاوہ یہ کہ مشینی آلات کے ذریعے ذبح کئے جانے والے جانور حلال ہیں اور ذبح کرتے وقت تکبیر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ذبیحہ خواہ مُسلم کا ہو یا غیر مُسلم کا جائز ہے۔

رسالت، نبوت، امامت، خلافت، اجتہاد، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے بارے میں نئے فتوے دیئے اور یہ کہ قرآن میں صرف تین نمازوں کا ذکر باقی ہے۔ دو وقت کی نمازیں بعد میں شامل کی گئیں۔ زکوٰۃ ایک ٹسکیں ہے عبادت نہیں۔ صدر ایوب نے اسلام پر دوسرا حملہ عائلی قوانین نافذ کر کے کیا۔ اس سے بدکاری و فحاشی درپردہ خوب بڑھی۔ مردوں کو کوئی خوف نہ رہا۔ جب ان کی داشتائیں نکاح کرنے کو کہتیں تو وہ کہتے کہ ہم تو تیار ہیں مگر قانونی طور پر ممکن نہیں کیونکہ ہمیں پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری ہے ہاں موجودہ صورتحال جاری رہے تو بندہ کو اسی طرح وفادار پائیں گے۔ ان کے تمام اخراجات اور ناز برداریاں اٹھائی جاتیں مگر جو منکوحہ بیوی ہوتی وہ اور انکے سچے خرچ کے نہ ملنے یا انتہائی کم ملنے پر بھوکے ننگے رہتے اور یہ صورت حال آج بھی درپردہ جاری ہے۔

اس کے بعد پھر ایک گریٹ جنرل آئے وہ کرسی چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ دونوں جرنیلوں نے بیس / بائیس سال مُلک کی خوب رگڑائی کی نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کے اندر سیاسی شعور ختم ہو گیا اور مزاجی کیفیات بھی بدلنا شروع ہو گئیں۔ اسلام اسلام زبانی کلامی کہا مگر اندر آمریت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اپنے دست راست جنرل فیض علی چشتی کو علی الصبح فون پر ہی ملازمت سے سبکدوش کر دیا۔ وہ وردی پہن کر دفتر جا رہے تھے۔ دفاعی امور کے ماہر اور نیشنل ڈیفنس کالج کے انسٹرکٹر کرنل غلام سرور چیمہ کو ایک سوال پوچھنے کی پاداش میں نوکری سے سبکدوش

کر دیا۔ اسٹاف کالج کو نرطہ کے ایک میجر کو سوال کرنے پر سبکدوش کیا اور یہ کہا کہ اب آپ سویلین ہیں۔ میں آپ کے سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ بھٹو کو یہ کہہ کر کہ میجر جنرل تجمل Fundamentalist ہے۔ اُن کو فون کر کے گرفتار کروادیا۔ مارشل لا، اپنی جان بچانے کو لگایا۔ مولانا کوثر نیازی نے اپنی کتاب ”... اور لائن کٹ گئی“ میں لکھا ہے کہ سابقہ صدر غلام سحیح نے (جو اُس وقت سیکریٹری جنرل دفاع تھے) جنرل ضیاء الحق کو خفیہ طور پر اطلاع دی کہ وزیر اعظم بھٹو آپ کے خلاف کوئی Action لینے والے ہیں۔ اب مارشل لا کے علاوہ کوئی اور صورت اُنہیں نظر نہیں آئی۔ اچانک مارشل لا لگا دیا گیا۔ جماعت اسلامی کی ہر طرح مدد کی، وہابیہ فرقہ کی خوب مدد کی۔ سعودیہ سے علمائے دین اور دیگر تدریسی اسٹاف بھی منگوایا گیا۔

سیاستدان ہمارے ایسے ہیں کہ اُن سب کا میکہ برطانیہ یا امریکہ میں ہے کسی مُلک کا باشندہ اپنے مُلک کے خلاف باہر جا کر کچھ نہیں کہتا۔ ہمارے سیاستدان اور لیڈر انٹرویو باہر کے ممالک کے اخباروں اور جریدوں کو ہی دینگے۔ مُلک کے خلاف سازشیں بھی وہیں بیٹھ کر تیار کی جاتی ہیں۔ اُن کے خلاف اُس وقت کی حکومت کوئی Action بھی نہیں لیتی۔

اندریں حالات اب یہ پاکستان نہیں رہا بلکہ ”No Mans Land“ اور۔

”Paradise of Criminals“ بن گیا ہے۔ میری تو آنکھوں کی بھنوں بھی سفید ہو گئی ہیں سوائے حسرت کے کچھ نہیں ہے اور خاموش دیکھ رہا ہوں۔ ہر روز نیا

تماشا ہوتا ہے۔ اب تو ٹانگیں قبر میں لٹکائے بیٹھے ہیں اپنی آنکھ سے پاکستان کی بربادی دیکھ رہے ہیں۔

عزیز من! یہ سیاست مغربی سیاست ہے یہ اسلامی سیاست نہیں ہے۔ اب اگر آپ کسی اسلامی جماعت والے یا جے یو آئی یا جے یو پی یا انجمن سپاہ صحابہ کے مولانا کو اسمبلی میں دیکھتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا یہ فعل اسلامی ہے۔ وہ اپنے رب کے سامنے اس کے جوابدہ ہوں گے۔ بچ نہیں سکتے۔ آپ کا یہ کہنا کہ اسمبلی کی نشست کے لئے الیکشن لڑنے کے لئے کم از کم ایک کروڑ روپے کی رقم خرچ ہوتی ہے اور امیدوار تو غریب ہوتے ہیں یہ اتنی رقم کہاں سے لاتے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ان میں کم پیسے والا کوئی کوئی ہوتا ہے ورنہ سب مالدار ہوتے ہیں صرف یہ کہ اُس دن چھپائی ہوئی دولت بھی اُن کو نکالنا پڑتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ایک مولانا کے ذرائع تو گزارے لائق ہونے چاہئیں لیکن آپ دیکھتے ہونگے کہ مولانا فضل الرحمن اپنی شاندار گاڑی میں ہیں۔ دو مسلح محافظ بھی ہر وقت ساتھ ہوتے ہیں۔ اسی طرح مولانا شاہ احمد نورانی بھی خاصے مالدار ہیں۔ جائیداد ہے۔ اسی طرح قاضی حسین احمد صاحب جماعت اسلامی والے۔

ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا، میں نے جنگ اخبار میں پڑھا کہ نوابزادہ نصر اللہ خان صاحب نے ایک اپنا باغ گیارہ کروڑ میں بیچا اور اُس پر کوئی انکم ٹیکس بھی نہیں دیا۔ اب یہ قومی لیڈر ہیں۔ قوم کا اتنا درد ہے اور غریبوں کے اتنے بھی خواہ ہیں،

کم از کم اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے ایک کروڑ روپے ہی غریبوں پر خرچ کر دیتے۔
ایسی کوئی خبر نظر سے نہیں گذری!

آپ کو یا سر عرفات کے بارے میں مغالطہ ہے۔ یا سر عرفات کوئی جہاد نہیں
لڑ رہا، وہ جنگِ فلسطین لڑ رہا ہے۔ اُس کے کوئی اصول ہی نہیں۔ ہم فلسطینیوں
کی جنگ کے لئے داعی، درمے، سخنے ہر وقت مدد کے لئے تیار رہتے ہیں مگر اُنکا
لیڈر پکا ہندو نواز اور پاکستان کا دشمن اور پاکستانی اور بھارتی اور کشمیری اور افغانی
مُسلمانوں کا دشمن ہے۔ خالی مصلے پر نماز پڑھ لینے سے انسان مسلمان نہیں ہو جاتا۔
یا سر عرفات اور صدر صدام حسین دونوں نے پاکستان کے خلاف بھارت کی کھُل کر
حمایت کی۔ کشمیریوں کی حالتِ زار یہ کبھی ایک لفظ نہیں کہا۔ اسی طرح افغانی
جب رُوس کے خلاف جنگ کر رہے تھے تو اُن کی حمایت میں بھی کبھی ایک لفظ
تک نہیں کہا۔ جب تک رُوس ٹوٹا نہیں تھا تو اُن کی گود میں تھے۔ اُنکا کمیونزم
اور سوویت یونین کی طرف جھکاؤ تھا۔ کہنے کو تو یہ نیشنلسٹ بھی ہیں اور جھکاؤ
سوویت یونین کی طرف ہے لیکن یہ اصل میں کیا ہیں یہ کوئی نہیں جانتا۔ ان کو
بھارت نے سب سے بڑا سول ایوارڈ دیا اور اسی طرح پاکستان نے بھی پچھلے دنوں
ان کو اعلیٰ سول ایوارڈ دیا۔

جب لوگ شادی کے بارے میں پوچھتے تھے تو کہتے تھے کہ میری شادی فلسطینی
Cause کے ساتھ ہوئی ہے لیکن پچھلے دنوں ایک عدد عیسائی عورت پبلک میں

بطور ان کی بیوی نمودار ہوئی۔ وہ ان سے بھی بڑھ کر نکلی۔ اُس نے کہا۔ میں نے اپنا مذہب نہیں چھوڑا اور اسلام کے وہ قوانین جو عورتوں کے خلاف ہیں اُن کے خلاف خوب لڑوں گی۔ اب کافی عرصہ سے اُنکی کوئی خبر نہیں۔ اندرونِ خانہ کی خبریں گاہے گاہے نکلتی رہتی ہیں جس میں ان کو آمر اور مطلق العنان کہا جاتا ہے۔ کسی کے Views برداشت نہیں کرتے اور نہ ہی فنڈز کا کہنے کے باوجود کوئی حساب دیتے ہیں اور نہ اس بارے میں کوئی بات سُنا پسند کرتے ہیں۔

اصل میں ہمارا معاملہ ”سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے“ والا ہے ذرا بھی کسی مُسلم مُلک کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں سخت خارش شروع ہو جاتی ہے۔ جلسے جلوس اُسکی حمایت میں نکالتے ہیں بعض دفعہ حکومت گولی چلائی ہے اور موت بھی ہو جاتی ہیں۔ اُن کا حُسن سلوک ہمارے ساتھ یہ ہے کہ ابھی کشمیر کے بارے میں کسی ایک بھی مُسلم مُلک نے پاکستان کے کشمیر کے موقف کے بارے میں بھارت کے خلاف ریزولوشن کی حمایت کی حامی نہیں بھری۔ پاکستان اپنا سامنڈھ لے کر رہ گیا۔ ہاں ایران نے کسی قدر ساتھ دیا۔ ہم ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ مسلم ممالک ہیں۔ نہیں ایسا نہیں وہ پگے لادینی مُلک ہیں اور اب تو وہاں کوئی اسلام کا نام لیتا ہے تو انہیں یورپ و امریکہ کے مُطابق Fundamentalist کہا جاتا ہے اور سزائے موت دی جاتی ہے۔

جب تک اسلامی قوانین نافذ نہیں ہوں گے۔ لوگوں کی تعمیر شخصیت اور

اسلامی کردار کی عظمت کے لئے اللہ تعالیٰ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری سچی دل سے محبت ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور اولیائے کرام کا ادب و احترام ضروری ہے۔ پھر آپ کا احتسابی نظام نہایت محکم اور کامیاب ہوگا اور پھر اسکی نڈلز خود بخود ختم ہوتے جائیں گے۔ اب پاکستان کسی خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا منتظر ہے کہ وہ آکر وحدت اور پریم کا گیت گائے اور دلوں کو منور کر کے اُن سے نفرتیں دُور کرے۔ اب مولوی کے بس کی بات نہیں رہی خواہ وہ لمبی لمبی تقریریں کیوں نہ کریں۔ اہل اللہ تو اپنی نگاہ سے تبلیغ کرتے ہیں اور اُنکی نگاہوں کی زیارت سے دل منور ہو جاتے ہیں اور اُن واحد میں ہزاروں کے دل کی دُنیا بدل جاتی ہے۔ اب صحیح خانقاہی نظام ہی مسئلے کا حل ہے۔ پھر اس عاجز فقیر کے پاس بشمار ماڈرن اور مغرب زدہ لوگ آئے جنہیں مذہب کی اسجد بھی معلوم نہ تھی لیکن پہلی ہی ملاقات میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل کی دُنیا بدل دی اور حالتِ جذب عطا کی۔

کئی سال ہوئے میرے پاس ایک امریکن آیا اور میرے پاس آرام سے نیچے ہی بیٹھ گیا۔ اُس کے سامنے کچھ نوجوان آئے۔ بہر حال میں نے ایک ایک کو اللہ کا نام لیکر توجہ رُوحانی دینا شروع کی۔ عجیب کرم کی گھڑیاں تھیں۔ میں نے حسبِ عادت کسی کا نام یا پتہ نہ پوچھا۔ وہ امریکن دیکھ رہا تھا کہ ہاتھ رکھتے ہی وہ شخص بلند آواز سے 'اللہ اللہ' کا مست و الست ہو کر ذکر کرنے لگ جاتا۔ وہ ورطہ حیرت میں ڈوبا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اچانک میرے قریب ہو کر انگریزی میں پوچھنے لگا:

’یہ سب آپ کے Trained لوگ ہیں؟‘ میں نے کہا۔ نہیں، ان میں بعض کو تو میں جانتا ہی نہیں۔ اس کے بعد میں دوسرے نوجوان پر تصرفِ روحانی کرنے لگا۔ اتنے میں وہ امریکن سڑک پر سے ایک غریب آدمی کو لیکر میرے پاس آیا اور میرے سامنے بٹھا کر اُسے توجہ دینے کے لئے کہا۔ میں نے اللہ کا نام لیکر اُسکے قلب پر خیال کیا۔ پانچ منٹ میں اُس کا ذکر پہلے لوگوں کی آواز سے بھی اُوپچی آوازیں شروع ہو گیا۔ وہ شخص چلا گیا۔ اُس امریکن نے میرے ساتھ کھانا کھایا اور وہ اُسے بہت مزیدار لگا۔ پھر مجھ سے کہنے لگا۔ میں آپ کے ساتھ امریکہ سے خط و کتابت کر سکتا ہوں۔ میں نے معذرت کی اور بتایا۔ ہمارا کوئی ٹھکانہ نہیں، کبھی ہم کوچ میں ہوتے ہیں کبھی قیام میں۔ جہاں کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہاں چلے جاتے ہیں۔ جب وہاں سے جانے کا حکم ہوتا ہے کہیں اور چلے جاتے ہیں۔ پھر کہنے لگا کہ جو میں نے یہاں دیکھا ہے اور آپ کے ساتھ Interview کو کیا میں امریکہ میں کسی میگزین میں دے سکتا ہوں۔ میں نے کہا۔ شوق سے مگر میرا نام نہ آئے۔ پھر اُس نے بتایا کہ میں UNO کے ادارے کے ایک شعبے کا سربراہ ہوں۔ ایشیا کے تمام ممالک میرے چارج میں ہیں۔ سال میں ایک دفعہ پاکستان آتا ہوں، کیا اُس وقت بل سکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں کہہ نہیں سکتا۔ اگر آپ مجھے ڈھونڈ نکالیں اور میرے پاس وقت ہو تو ملاقات ہو جائے گی۔ اس طرح کئی اور بشمار واقعات پیش آئے مگر نصیحت دینے سے پہلے دیکھ لینا چاہیے۔ میں نے کبھی بھی ایسا نہیں کیا کیونکہ میں نے کوئی مرید تو کرنا ہی نہیں تھا۔ اب کئی سال سے

میں قطعاً کسی سے نہیں ملتا۔ میرے بچوں سے مجھ پر سفارش بھی ڈلوائی جا رہی ہے۔ میں جمعہ کی نماز کے لئے نکلتا ہوں اور فرض ادا کر کے اپنے کمرے میں آجاتا ہوں یا اگر کسی تکلیف کی وجہ سے معالج کے پاس جانے کے لئے باہر جانا پڑے تو جاتا ہوں۔ میں نے چند سالوں سے تمام امور روحانی بیگم راشدہ صدیقی صاحبہ المعروفہ رابعہ ثانی کے سپرد کر رکھے ہیں۔ ماشاء اللہ رابعہ ثانی اس ذمہ داری کو نہایت خوش اسلوبی اور احسن طریقہ سے نبھا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں روحانی دولت سے مالا مال کر رکھا ہے اور ان کی دُعا بھی سُنتا ہے۔ وہ بھی جو ان طبقے پر محنت کرتی ہیں کیونکہ اگر یہ ٹھیک ہو جائیں تو دوسرے گم گشتہ راہ لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ان کے متعلق اتنے سالوں میں ایک بھی شکایت موصول نہیں ہوئی۔ اب میری عمر اور وضعیفی میری راہ میں حائل ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے دینی و یقینی بھائیوں کے لئے کوئی نہ کوئی تالیف کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

اسکینڈلز سے کوئی مُلک دُنیا میں نہیں بچا ہوا ہے۔ امریکہ میں 300 ممبران کانگریس ناجائز طریقہ سے بنکوں کے overdrafts میں ملوث ہیں۔ ہمارے اور باہر کے ملکوں میں یہ فرق ہے کہ اسکینڈل کے بارے میں ذرا سا بھی پتہ چل جائے تو بس پھر اس کی خیر نہیں۔ نکسن کو دیکھئے۔ پروفیسور اسکینڈل دیکھئے۔ برازیل کے سابقہ پریزیڈنٹ کو دیکھئے۔ بنگلہ دیش کے ارشاد احمد کو دیکھئے۔ جاپان کے سابقہ

وزیر اعظم کو دیکھئے۔ اُن کی اپنی پارٹی کے لوگ ہی متعلقہ ممبر یا وزیر کے خلاف ایکشن لے لیتے ہیں۔ آپ دیکھیں راجیو گاندھی کو۔ بوفرز والا کیس لے ڈوبا اور وہ ایکشن ہار گیا۔ اُونچے عہدے والے (یعنی وزیر اعظم، صدر) یہ بھی فائدہ اُٹھاتے ہیں مگر بعض اپنے عہد حکومت میں کسی نہ کسی وجہ سے پکڑے نہیں جاتے اور بعد میں پول کھل جاتا ہے جیسے کہ مارگریٹ تھیچر کے بیٹے نے خوب کمایا اور اُس کا یہ حال تھا کہ وہ جس ہوٹل میں ٹھہرتا تھا اُس کا یومیہ کرایہ 300 ڈالر ہوتا تھا۔ جارج بش کے بیٹے نے ایک ہی Deal میں آٹھ لاکھ ڈالر کمائے۔ فلپائن کے مرحوم صدر مارکیوس اور اُس کی بیگم نے تو حد ہی کر دی مگر حشر بڑا ہوا۔ تو Scandals تو سبھی ملکوں میں ہیں۔ اسی طرح Law and Order کا مسئلہ بھی سبھی ملکوں میں ہے۔ اب تو امریکہ بھی اس سے عاجز ہے۔ اکثر ملکوں میں State Terrorism ہے یعنی دہشت گرد کسی نہ کسی طرح حکومت پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ پھر بشمار ملک میں جہاں جرنیلوں نے حکومت پر قبضہ کر رکھا ہے۔ خانہ جنگی ہو رہی ہے۔ لوگ افلاس اور قحط کی وجہ سے مَر رہے ہیں مگر اُن کی بلا سے، اُنہیں تو اقتدار کی کرسی چاہیئے۔ اس وقت امریکہ اور یورپ اور دوسرے ترقی پذیر ممالک میں دہشت گردی، جنسی بے راہ روی، تشدد، جرائم کی واردات اور AIDS کے مریضوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور Homosexuality بہت بڑھ رہی ہے۔ ابھی دس پندرہ روز ہوئے BBC نے اعلان کیا تھا کہ اس کے ملازمین جو Homosexual ہیں اُن کو بھی عورتوں کی طرح Honey Moon Allowance ملے گا۔ اب یہ ممالک

اپنی Democracy سے بھی تنگ ہیں اور عورتوں کو حقوق دیکر بھی پریشان ہیں
مگر کچھ نہیں سکتے۔

میں نے جی ایم سید کی کتاب جو آپ نے لکھا ہے، وہ تو نہیں دیکھی البتہ
ایک پمفلٹ ضرور دیکھا ہے۔ اس کے باہر یہ لکھا ہوا ہے :
جی۔ ایم۔ سید : اپنی تحریروں کے آئینہ میں

رشید احمد لاشاری

پیر الہی بخش - سابق وزیر اعلیٰ سندھ

صدر انجمن محافظ پاکستان

پیر الہی بخش کالونی

اس میں عقیدے کا عنوان دے کر نیچے خلاصہ دیا گیا ہے۔

میں عنوان آپ کے لئے درج کئے دیتا ہوں۔ خلاصہ لکھنا میرے لئے مشکل
ہے۔ [یہ پمفلٹ پیر الہی بخش صاحب کی طرف سے 1969ء میں شائع ہوا تھا]

نوٹ : اس کتاب کے بارے میں میری نظر سے کسی دینی عالم یا

دینی ادارے کا فتویٰ نہیں گذرا۔

(1) مذہبی عقائد و حشیانہ دور کی خوف زدگی کی پیداوار ہیں۔

(2) خدا ایک ظالم ڈکٹیٹر ہے۔

(3) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بھی خامیاں موجود تھیں۔

- (4) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی نہیں۔
- (5) دیدارِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
- (6) قرآن میں کسی چیز کا حل موجود نہیں۔
- (7) عقائدِ اسلامی مضحکہ خیز اور طفلانہ حرکتیں ہیں۔
- (8) روزہ، نماز اور دیگر عبادات بالکل غیر ضروری ہیں۔
- (9) حج کی تمام رسوم فرسودہ اور بیکار ہیں اور کعبہ قدیم مندر کی جگہ پر تعمیر ہوا ہے۔
- (10) حجرِ اسود فیاس پالنگم کا پتھر ہے۔
- (11) حج کے موقع پر جانوروں کی قربانی وحشیانہ دور کی توہم پرستی ہے۔
- (12) ختنہ کرنا ضروری نہیں ہے۔
- (13) سور کا گوشت حرام نہیں۔
- (14) میرا اسلام پر ایمان نہیں۔
- (15) میں اسلام کو مکمل دین نہیں سمجھتا۔
- (16) اسلام کے اصول بالکل غلط ہیں۔
- (17) مذہبِ اسلام کا تصور ہی غلط ہے۔
- (18) اسلام آخری مذہب نہیں۔
- (19) اسلام میں ہر قسم کی بُرائیاں موجود ہیں۔

آج ساری دُنیا میں انسان بے سکون اور مضطرب ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے پُرانی اخلاقی قدروں کو خیر باد کیا۔ اُس کے بعد ایک سے ایک بُرائی اختیار کرتے گئے اور اُس میں انتہا کرنے لگے۔ جنسی بے راہ روی کا شکار ہوئے اور اس قدر پستی میں گئے کہ آج مرد اور عورت دونوں اس سے تنگ ہیں۔ یہاں تک کہ Homosexuality کو قانونی تحفظ دینا پڑا۔ جوئے بازی شروع کی۔ اُس نے اُنہیں اقتصادی بد حالی کا شکار کر دیا۔ شراب نوشی شروع کی تو اُس کی انتہا کر دی۔ عورتیں برہنہ ہو کر نشے میں چورنا چنا شروع کر دیتی ہیں۔ عورتوں کو بنیادی حقوق اس قدر دیئے کہ اب مغرب خود تنگ ہے۔

انسان کے بنیادی حقوق کے تحفظ سے رہی سہی اچھی قدریں بھی گنوا بیٹھے ہیں۔ اب سچے کہتے ہیں کہ شادی کی کیا ضرورت ہے۔ شادی کی رسم ادا کر کے بندھن میں بانڈھے جانے کی بجائے دونوں آزاد زندگی اکٹھے رہ کر گزار سکتے ہیں اور جب چاہیں علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ گھروں میں والدین کی ذرہ بھر عزت نہیں۔ اولاد کئی کئی دن باہر گزارتی ہے مگر اُنھیں کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا۔

لڑکیوں کی مائیں لڑکیوں کی بدکاری کو ڈھانپنے کیلئے Legalise Abortion کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ بل کلنٹن یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ عورت کا پیدائشی حق ہے؛ اور روم کے پوپ کہتے ہیں یہ Murder ہے وہ اُس کو گناہِ عظیم گردانتے ہیں۔ ساری دُنیا میں دولت کی حرص میں چھوٹا بڑا مبتلا ہے اور اسکے حصول

کے لئے گھناؤنے سے گھناؤنے جرم کرنے کے لئے تیار ہے۔
 فلپائن کے صدر مارکیوس کا حال آپ کے سامنے ہے۔ دولت کی حرص نے
 جیکولین کینیڈی کو مجبور کیا کہ وہ اپنے خاوند کو بھول جائے اور سوائے زمانہ
 دنیا کے امیر ترین شخص اونا سس سے شادی کرے چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا،
 اور اب چند روزہ مرنے سب دولت پیچھے چھوڑ کر خود بھی چل بسی۔

اس مرض میں چھوٹے بڑے، امیر غریب، بادشاہ وزیر اور سیاسی لیڈر بھی
 مبتلا ہیں جب کسی کا بھید کھلتا ہے تو کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں۔

اب امریکہ کی تازہ ترین (جو ابھی ابھی اخباروں میں آئی ہے) مذموم
 حرکت کا بھی سن لیں کہ وہ ممالک جہاں Homosexuality کی اجازت نہیں
 وہاں کے Homosexuals کو امریکہ نے سیاسی پناہ دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔
 بنگلہ دیش کے مجیب الرحمن کی بیٹی حسینہ واجد کو اپنے باپ کے گھر سے
 لاکھوں روپے کے سامان کے علاوہ 30 لاکھ روپے کے زیورات بھی ملے اور
 یہ کہنے لگی کہ میرے باپ کے گھر سے بہت سا زیور اور قیمتی جواہرات غائب
 ہیں۔ 503 تو لے سونا اور 4054 تو لے چاندی نکلی۔ انہوں نے سامان کی
 جو فہرست دی وہ 71 صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا صاحب کھانے کے وقت اتفاقاً آگئے۔ آپ نے انہیں کھانے
 کیلئے کہا وہ شامل ہو گئے۔ میز پر کئی کھانے دیکھ کر جو بھی انہوں نے فرمایا ہے وہ

بالکل درست ہے۔ اسراف منع ہے۔ کوئی تقریب ہو یا کوئی اور سلسلہ جواز معقول ہو تو اُس پر غور کیا جاسکتا ہے۔

اگر مولانا صاحب نے آپ کی اصلاح کے لئے نہایت مناسب لہجے میں کہا تو آپ کو اسے اپنی خوش نصیبی سمجھ کر قبول کر لینا چاہیے اور اگر انہوں نے غرور سے اور صرف آپ کو ذلیل کرنے کے لئے سب کچھ کہا تو یہ انہوں نے اچھا نہیں کیا۔

ویسے عزیزانِ من جب اُن کی اپنی باری آتی ہے تو وہ کمال دکھاتے ہیں کہ آپ یقین نہیں کریں گے۔ آپ کو معلوم ہے طائف (سعودی عرب) میں جو اسلامی کانفرنس ہوئی اُس میں پانچ ہزار قسم کے کھانے تھے۔ کوئی اعتراض کسی نے نہیں کیا۔

ماڈرن گھرانے میں نکاح پڑھانے آئے Disco کے ریکارڈ بجائے جارہے تھے اور ساتھ ساتھ مولوی صاحب نکاح بھی پڑھاتے گئے۔ اپنی فیس بھی لی اور کھانا بھی کھایا۔

گانے والوں کی کمائی جائز نہیں ہوتی۔ وہاں مولانا گئے، نکاح پڑھایا، فیس لی اور انہوں نے کھانا گھر والوں کے لئے بھی ساتھ کر دیا۔ حلال و حرام کا کوئی سوال نہیں اٹھا۔

بہر حال یہ اہلِ فتویٰ ہیں۔ ان کا حکم ماننا ہی پڑتا ہے۔

اختلافات تو ختم ہو سکتے ہیں
مگر عداوت کیسے ختم ہو

جزوی اختلافات اہل سنت و الجماعت کے تو ختم ہو سکتے ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام حنبلؒ کے سب پیروکار اہل سنت و الجماعت کہلاتے ہیں۔ ان کے اندر جو جزوی اختلافات ہیں وہ افسوسناک ہیں۔ اُن کا کوئی جواز نہیں۔ اُن کو ختم کرنے کیلئے سب کے اکابرین علماء کو مل بیٹھ کر انہیں طے کرنا چاہیے۔ اب اگر کوئی کہے کہ قادیانیوں سے اختلافات ختم کئے جائیں تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بے شک مسلمان کہتے رہیں وہ تو مرتد ہیں یا شیعہ مذہب کے لوگ اُنکے سارے مذہب کی بنیاد ہی جُدا ہے۔ اُن کو تو اہل سنت و الجماعت سے عداوت ہے اور اُن کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ ابھی کچھ مہینے ہوئے کہ انہوں نے ایران میں سُنّیوں کی ایک بڑی اور قدیم مسجد کو بے دردی سے شہید کر دیا اور کسی کی کوئی شنوائی تک نہ کی اور ساتھ برادر برادر کا نعرہ بھی ہے۔ آپ جائیں تو وہاں ایئر پورٹ پر کوئی نہ کوئی اسٹاف ممبر آپ سے پوچھے گا۔ "Are you a Sunni or Muslim?" یعنی اگر شیعہ ہوگا تو سمجھ جائے گا فوراً مُسلم کہے گا اور اپنی شناخت بتلائے گا اور خوش آمدید کہلوانے کا مستحق ہو جائے گا۔

اگر ہمیں مسلمان سمجھتے ہیں تو سُنّیوں کو مسجد کیوں نہیں تعمیر کرنے دیتے اور

انہیں شیعہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے کیوں مجبور کرتے ہیں۔
یہاں شیعہ ذرا سی بات ہو جائے تو حقوق کے لئے شور مچاتے ہیں وہاں
اپنے Constitution میں ہے کہ صدر صرف شیعہ ہو سکتا ہے۔
یہاں تو جب ان کی خفیہ سازش کامیاب ہو جاتی ہے سربراہ شیعہ آجاتا
ہے۔ اسکندر مرزا، جنرل یحییٰ اور نصرت بھٹو نے علی الاعلان کہا ہے کہ میں شیعہ
ہوں۔ ان کی بیٹی بھی ماں کے مذہب پر ہی ہوگی۔
اب اندریں حالات یہ فرقے ہیں اور جداگانہ مذہب ہیں ان کو عداوت
ہے نہ کہ اختلاف ہے۔

بہر حال یہ لکھنے کو تو لکھ دیا ہے۔ عملی طور پر اس کی کوئی وقعت نہیں۔ اب
پاکستان میں تو مولوی اور پیر بھی اور ان کے گھر والے بھی ماڈرن ہو چکے ہیں۔
رہ گئیں مسجدیں تو ان کا دم سلامت رہے ان کا تقدس بھی پامال ہوتا رہیگا۔
پہلے دھینکا مشتی ہوتی تھی اب باقاعدہ قتل بھی ہوتے ہیں۔ بم بھی پھینکے جاتے
ہیں۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ڈر ہے کہ لوگ جان کے ڈر سے مسجد میں نماز
پڑھنا ہی بند نہ کر دیں۔

امریکہ کا ہمارے ساتھ ہی سلوک بُرا نہیں بلکہ تمام کمزور ممالک کے ساتھ
ہے۔ روس کے ختم ہونے کے بعد یہی ایک سپر پاور رہ گئی ہے۔ یہ اپنی طاقت کی
وجہ سے بدست، انتہائی مغرور اور دہشت گرد ہو گئے ہیں۔ کہاں امریکہ اور
کہاں کوریا، وہاں بیٹھے ہوئے دھونس جمار ہے ہیں اور دھمکیاں دے رہے ہیں۔

ہمارے ساتھ دوسری دشمنی ہے ایک تو اس وجہ سے کہ ہم مسلمان ہیں اور کسی مسلمان ملک کو ذرا سی بھی تکلیف ہوتی ہے، ہم شور مچا دیتے ہیں اور دوسری یہ کہ اب ہم میں کوئی افادیت نہیں رہی۔ امریکہ کو جس سے غرض ہوتی ہے اُس کے سامنے لیٹ جاتا ہے۔ جب پاکستان بنا تو پاکستان کو روس نے بھی دعوت دی اور امریکہ نے بھی۔ یہاں سیاہ و سفید کے مالک نواب زادہ لیاقت علی مرحوم وزیر اعظم تھے۔ اُن کی بیگم امریکہ کی پڑھی ہوئی اور امریکہ کی دلدادہ تھیں۔ امریکہ یہ جانتا تھا کہ ہندوستان روس کی گود میں چلا گیا ہے۔ اُن دنوں امریکہ کمیونزم سے اتنا خائف تھا کہ امریکی اس ڈر کی وجہ سے کوئی نہ کوئی خواب آوری دوسری مسکن گولی رات کو ضرور کھاتے۔ بس کمیونزم کا نام لے کر ان کو ٹوٹ لو۔

پاکستان میں اڈے قائم کرنے کے لئے بے تاب تھا تاکہ Russia کے معاملے میں Balance of Power کسی طرح خراب نہ ہو۔ چنانچہ نواب زادہ صاحب امریکہ روانہ ہو گئے اور بڑا زبردست استقبال صدر امریکہ نے کیا اور ملتے ہی یہ کہا "America Salutes Pakistan" جب روس کا خطرہ ٹل گیا تو کھل کے دھمکیاں دے رہا ہے۔ ہمارے دشمنوں کو شہ دے رہا ہے۔ اُنکو تیار کر رہا ہے۔ 1965ء کی جنگ میں صدر ایوب نے امریکہ کے صدر سے بات کرنا چاہی تو اُس نے انکار کر دیا اور کہا جو کچھ کہنا ہے Record کروادو۔ اُس کے بعد سازشوں میں مصروف رہا اور پاکستان کے دو ٹکڑے کروا دیئے۔ اب پھر اتنے حصے کو بھی

دو ٹکڑے کرنے کی سازشیں زوروں پر ہیں۔ اب پوزیشن یہ ہے کہ America Shoots Pakistan اور بہانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر نت نئی دھمکیاں دیتا ہے۔ اس وقت ظالم قوم نے تمام تیسری دنیا کے ممالک اور ترقی پذیر ممالک کے اندر خانہ جنگی کر رکھی ہے۔ وہاں سیاسی عدم استحکام پیدا کیا ہوا ہے۔ اُس نے ساری دنیا پر اپنی جمعہاری قائم کر رکھی ہے Economic Bombs چھوڑتا رہتا ہے۔ فوراً کوئی نہ کوئی الزام لگا کر کسی ملک پہ Sanctions لگا دیتا ہے۔ اس سے وہ ملک باہر کوئی چیز Export یا کہیں سے کوئی چیز Import نہیں کر سکتا۔ عراق کی حالت دیکھ لیں۔

تمام ممالک کو بھاری قرضوں کے اندر اس بُری طرح جکڑ دیا ہے کہ ان کی اقتصادی بقا ورلڈ بینک اور IMF پر ہے۔ اب یہ ادارے مُلکوں کے بجلی، پانی غرضیکہ ہر چیز کے Rate بھی مقرر کرتے ہیں۔

اُدھر UNO دُنیا کے لئے ایک بدبختی ہے۔ یہ خود مختار ادارہ نہیں بلکہ امریکہ کا ایک ذیلی ادارہ ہے۔ انتہائی کریپٹ۔ کچھ عرصہ ہوا میں پڑھ کر حیران ہوا کہ اس کی مالی زبوں حالی کی وجہ یہ ہے کہ کئی لوگ کاغذوں پر بڑے بڑے عہدوں پر بھاری تنخواہوں اور الاؤنس کے ساتھ دکھائے جاتے ہیں اور تنخواہیں وغیرہ بھی Draw کی جاتی ہیں مگر یہ سب ہڑپ کر لی جاتی ہیں۔ یہ ادارہ امریکہ کی مرضی کے بغیر ذرا بھی کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ یہ بھی مسلمانوں کے سخت خلاف ہے۔ بطرس غالی فرعون کے قبیلہ قبضی سے تعلق رکھتا ہے۔ نہایت ہی متعصب

ہے۔ ایک عجیب بات ہے کہ عیسائی، یہودی وغیرہ ویسے تو مذہب سے دُور ہیں مگر مسلمانوں کے معاملے میں بالکل متحد ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کو ہر طرح نقصان اس جذبے کے تحت پہنچاتے ہیں کہ وہ دنیا کے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ان سے زیادہ ظالم اور درندہ کوئی نہیں۔ بوسنیا کے 70 ہزار مرد عورتیں قتل کئے گئے۔ عورتیں بے آبرو ہو گئیں مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اُن کے Human Rights کے دعوے کدھر گئے۔ 40 کے قریب مُسلم ممالک بھی دیکھ رہے ہیں۔ اقتصادی لحاظ سے ان کے وارے نیارے ہیں۔ غریب ملکوں میں لڑائی ہو رہی ہے۔ مفلسی، قحط، بیماری اور جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑوں کا نہ ہونا اور یورپ کی منڈیوں سے وہ اسلحہ خریدتے ہیں یہاں دن رات ان ملکوں میں فیکٹریاں کام کر رہی ہیں۔ فوڈ، دوائیاں اور کپڑا سب بُن رہے ہیں اور کھپت اُن کی منڈیوں میں ہو رہی ہے۔ اُن کا بال بال قرضے میں جکڑا ہوا ہے۔

پاکستان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کئی شعبوں میں بالخصوص غذا وغیرہ میں خود کفیل ہو چلا تھا مگر اُن کا بہت بُرا حال کر دیا ہے۔ اب سب پانی بجلی وغیرہ کے Rate تک World Bank or IMF نے مقرر کئے ہیں اور مہنگائی اتنی ہو گئی ہے کہ ہر طرف سے چینی ہی چینی سنائی دیتی ہیں۔ امریکہ کا بھیجا ہوا وزیر اعظم معین قریشی پاکستان کا جوڑ جوڑ ڈھیلا کر گیا۔ اب حالات کسی وجہ سے ہی سُدریں گے۔

جو حکومت بھی آتی ہے وہ Opposition سے انتقام لیتی ہے اور ہر
 Opposition خوب الزام لگاتی ہے اور پہیہ جام Attitude اختیار کرتی ہے
 احترام کی سیاست کا تو نام و نشان ہی مٹ گیا ہے۔ سالوں سے مسلسل بس
 دو Warring Groups چلے آ رہے ہیں۔ عوام عوام کے نعرے لگائے جاتے
 ہیں۔ سرچشمہ طاقت کہا جاتا ہے۔ اُس بے چارے کی ناخواندگی کا یہ حال ہے کہ
 وہ اپنے دستخط نہیں کر سکتا۔ بس جاگیر دارانہ نظام زور پکڑتا جا رہا ہے امیر امیر
 سے امیر تر اور غریب غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم
 کرے اور ہمارے گناہ معاف فرمادے۔ کہیں ہم آزادی ہی نہ کھو بیٹھیں۔

اس میں شک نہیں کہ آپ لوگ پنشنز ہونے کی وجہ سے سخت مالی حالات
 کا شکار ہیں۔ بس یہ شنوائی کی بات ہے بادشاہوں کے مزاج ایسے ہی ہوتے
 ہیں گا ہے بہ سلام می رنجند و گا ہے بہ دشنام انعام می دہند۔
 جس طرح آپ کو اپنے مفاد عزیز ہیں۔ اُسی طرح حکومت اپنے مفادات
 کے مطابق ترجیحات ترتیب دیتی ہے۔ جو حاضر سروس ملازمین ہیں، اُن میں
 کوئی نہ کوئی Nuisance Value تو ہوتی ہے۔ آپ تو ضعیف و ناتوان ہو چکے
 ہوتے ہیں۔ آپ کو کچھ دنیا خدا ترسی والی بات ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ حاکم کے
 دل میں اللہ تعالیٰ اور آخرت کا خوف ہو۔ غلام محمد مرحوم گورنر جنرل کچھ عرصہ
 وزیر خزانہ بھی رہے۔ اُن کے جو اطوار تھے وہ سب کو معلوم ہیں مگر اسکے باوجود

وہ دل میں خوفِ خدا رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اُس کی کوٹھی پر درجہ چہارم کے ملازمین جمع ہو گئے۔ پوچھا کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہماری تنخواہ میں اضافہ کریں۔ اُس نے پولیس بلوائی اور پٹانی کروادی۔ جب وہ دفتر آیا تو گیارہ ساڑھے گیارہ بجے دن کے کسی نے اُس کو بتایا کہ درجہ چہارم کے ملازمین سر سے ننگے اور پاؤں سے ننگے دھوپ میں نیچے کھڑے ہیں مگر ہمیں خاموش۔ کوئی شور مچا رہا نہیں۔ اُس نے فوراً آدمی بھیجا کہ پوچھ کر آؤ کیا بات ہے۔ معلوم کیا تو انہوں نے کہا۔ ہم نے ٹھیک بارہ بجے غلام محمد کے لئے بددعا کرنی ہے۔ بددعا کے بعد چلے جائیں گے۔ غلام محمد یہ سن کر لرز گیا۔ کہنے لگا ان کو کہو کہ بددعا نہ کریں میں اُن کی تنخواہ میں اضافے کا حکم کر رہا ہوں۔ وہ ہاتھ پھر بددعا کی بجائے دُعا کے لئے اُٹھے۔

اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک میں انصاف کے لئے فرمایا ہے اور عدل کا حکم دیا اور پھر فرمایا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ صاحبِ رعیت یعنی فرماں روا بنائے اور وہ مرتے دم تک رعایا کے حقوق سے غافل رہے۔ اللہ تعالیٰ جنت اُس پر حرام کر دے گا۔ پھر فرمایا۔ بادشاہ کا ایک دن عدل کرنا ساڑھے سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

پنشنروں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے انہیں بھی کچھ حمیت و غیرت سے کام لینا چاہیے۔ خدا غریب ضرور بناتا ہے۔ بے غیرت کسی کو نہیں بناتا۔ اس پنشن کے

اضافے کے لئے اتنے نیچے گر کر بار بار کمترین انداز میں معروضات کرنے کے باوجود ارباب حل و عقد کی طرف سے ذرہ بھر بھی ہمدردی نہ ہونا، یہ سب مکروہ ہے۔ مومن کی شان کے خلاف ہے۔ اس کو عملی زندگی اختیار کرنا چاہیے اور قناعت کی تلوار سے اپنی خواہشات و ضروریات کا قلع قمع کرنا چاہیے۔ وہ اسے آزما کر دیکھیں انشاء اللہ اُن کی اولاد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوگی اور خوشحالی کسی اور طریقہ سے ان کے گھروں میں داخل ہوگی.... لیکن آپ کی اور آپ کے اہل خانہ کی بددعائیں بادشاہ کو ضرور لے ڈوبیں گی۔ چونکہ انہوں نے آپ پر رحم نہیں کیا تھا۔ اسلئے جب اُن کو مزاملے گی اور وہ ربُّ العزت کے ہاں بے بسی کے عالم میں زاری کریں گے تو ربِّ کریم اُن پر رحم نہیں کریگا۔ یہ اُس کا قانون ہے۔ اس سے امیر کبیر کوئی نہیں بچ سکتا۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ ایسے بادشاہ کے عہد میں ہی ایسی زمینی و آسمانی آفتیں (سیلاب، بھونچال وغیرہ) نازل ہوتی ہیں کہ ان پر ہی حکومت کا کافی خرچ ہو جاتا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ کو سیدھا سادھا مسلمان سمجھ کر خرید و فروخت میں دھوکا دیا گیا۔ عزیزانِ من! صوفی کو معاملات میں ہوشیار رہنا چاہیے اور کسی سے معاملہ کرتے وقت خواہ وہ عابد و زاہد ہو، اچھی طرح پرکھ لینا چاہیے۔ پیشانی میں سجدہ کا نشان یا لوگوں کے سامنے نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا وغیرہ یہ کافی نہیں۔ مومن کی شان اُس کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے نہ کہ چرب زبانی سے۔ آجکل کے تاجر لوگ زیادہ تر ایسے ہیں جن کو نہ وعدے کا پاس ہے نہ اُن میں امانت ہے نہ دیانت

ہے بس دولت کمانے کی حرص میں اندھے ہو چکے ہیں اور جب اُن کی اپنی باری آتی ہے تو گالم گلوچ اور ہاتھ پائی پر اُتر آتے ہیں۔ آج مسلمانوں کو دکھیں اکثریت اُن میں منافقوں کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ شخص روزہ رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے اور اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور کوئی امانت اُس کے پاس رکھی جائے تو اُس میں خیانت کرے اور ایک جگہ چوتھی نشانی یہ بھی فرمائی کہ کسی سے لڑے تو گالیاں بکے، یہ پکا منافق ہے۔

اب آپ میں وہ حضرات جن کے پاس ناقص مال سپلائی کیا گیا ہے، وہ دوہری مصیبت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ دوسری مصیبت یہ ہے کہ اگر مال سپلائی کرنے والے ناقص مال کو اچھے مال سے نہیں بدلتے تو اُن کو یہ ناقص مال بھیجتے وقت خریدار کو نقص بتانا پڑے گا خواہ وہ اس وجہ سے کم قیمت پر ہی کیوں نہ خریدے اور انھیں اس سے مالی نقصان ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص عیب دار چیز کو بیچے اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کرے وہ ہمیشہ غضبِ الہی کا شکار رہتا ہے اور فرشتے اُس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

آپ کے مالک متکبر ہیں۔ دولت کی وجہ سے بدکاری میں مبتلا ہیں اور

عقیدے کے لحاظ سے بھی فاسق و فاجر ہیں اور اس وجہ سے آپ اُنکی اُن کے
 مُنہ پر دوسروں کی طرح خوشامد و تعریف نہیں کرتے۔ یہ چیزیں آپ کے ایمان
 کی صحت ہیں۔ یہ دُنیا تو چند روز کی ہے۔ بے شک اس وقت آپ ایک بڑی
 آزمائش اور کٹھن منزل سے گزر رہے ہیں۔ مگر یاد رکھیں وقت سدا ایک جیسا
 نہیں رہتا۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ ہمیشہ ان کے ہی دست نگر رہیں۔ زندگی میں
 اچھے اچھے مواقع اللہ تعالیٰ ہر ایک کو عطا کرتا ہے۔ کچھ لوگ غفلت اور سُستی کی
 وجہ سے ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے سوچ بچار میں پڑ جاتے ہیں اور وقت
 نکل جاتا ہے اور موقع بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ خود کردہ راعلاج نیست۔
 وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ دوسرے وہ ہیں کہ موقع کی تاک میں رہتے ہیں۔
 موقع ملتے ہی اُس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور خوشحال ہو جاتے ہیں۔ آپ
 ان متکبر اور فاسق اور فاجر لوگوں کی بالکل پرواہ نہ کریں۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ فاسق کی تعریف کرنے سے
 عرشِ بریں بھی کانپتا ہے۔

پھر فرمایا۔ فاسق کی پیروی مت کرو۔

پھر فرمایا۔ وہ شخص جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا۔ جنت میں داخل
 نہ ہو سکے گا۔

اور عزیزانِ من! آجکل تو علماً اور پیرانِ طریقت جو کر رہے ہیں اور کن کن
 کی تعریف کر رہے ہیں سب آپ کے سامنے ہے۔ دین کے عالموں نے اپنے آپ کو

ہمیشہ محافظِ دین کہا ہے مگر تاریخ کے ورق پلٹیں گے تو دیکھیں گے کہ انھوں نے بادشاہوں کی بادشاہت کو مضبوط کیا اور ظلم جس کا دوسرا نام ملوکیت ہے اُسکو مضبوط کیا اور ان سے انعام اور دوسرے دنیاوی فائدے حاصل کئے۔ جو عالمِ دین اور عارف بھی تھے انہوں نے کبھی کوئی شاہی عہدہ قبول نہ کیا۔ نہ قاضی (Justice) کا نہ قاضی القضاة (Chief Justice) کا۔ حالانکہ انہیں کوڑے مارے گئے اور طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ بعض شہید بھی ہو گئے۔ شہزادہ داراشکوہ ولی عہد تھا۔ اور نگرزب عالمگیر کے غیض و غضب سے بچنے اور گرفتاری سے بچنے کے لئے سندھ میں آیا۔ یہاں اس لئے آیا کہ یہاں کا حاکم کلہوڑا اُس کا جانی اور جگری دوست تھا۔ اُس سے اُس کو غداری کا شبہ تک نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ وہ یہاں پہنچا، شاہانہ استقبال ہوا، خاطر و مدارات ہوئی۔ اُسکو یوں بے خبر رکھا اور اُدھر اور نگرزب کو خبر دیدی اور انعام کے لالچ میں گرفتار کروادیا۔ اور نگرزب نے علما کو کہا کہ اس کے بارے میں آپ فتویٰ دیں کیا سزا دینی چاہیے۔ انہوں نے فوراً گردن زدنی کا فتویٰ دیا لہذا اُس درویش منش شہزادے کو شہید کر دیا۔ وہ شہزادہ جس سے قطب العالم حضرت شاہ میاں میرؒ فرماتے تھے کہ:

”داراشکوہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔“

اور پھر حدیث شریف ہے کہ ظالمانِ دُنیا کا چہرہ دیکھنے سے دین کا ایک تہائی سلب ہو جاتا ہے۔ اب آپ آج کے بڑے بڑے نامور علماء اور پیروں کو دیکھیں جو سیاست کر رہے ہیں وہ دن میں کتنے ظالموں کو دیکھتے ہوں گے اور ان کے

پاس کتنا دین باقی ہے۔

انسان کو دو نعمتوں کی قدر کرنا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دو نعمتیں ہیں کہ بھولے ہوئے ہیں انہیں بہت سے لوگ۔ ایک تندرستی اور دوسری فراغت“ یعنی ان دونوں نعمتوں کی اکثر لوگ قدر نہیں کرتے حالانکہ لازم ہے کہ تندرستی کو قبل از مرض اور فراغت کو قبل از شغل غنیمت جانیں۔ عزیز من! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تندرستی کی نعمت تو عطا کی ہوئی ہے۔ انشاء اللہ تنگدستی بھی دور ہو جائے گی۔ اُس سے مغفرت مانگتے رہیں اور پورا پورا توکل رکھیں۔ اگر وظیفہ کے لئے آپ کا زیادہ اصرار ہے تو بندہ نے اپنی کتاب ”طریقت کے چراغ“ میں ہر مُصِیبت و مشکل و بیماری وغیرہ کیلئے وظائف دیئے ہوئے ہیں۔ اُس کی اجازت فی سبیل اللہ دے رکھی ہے۔ اُس میں سے اپنی مُصِیبت کے مطابق وظیفہ چُن لیں اور صدق دل سے صدقہ نکال کر پڑھنا شروع کر دیں۔ اگر خدا نخواستہ پھر بھی کامیابی نہیں ہوئی تو اللہ کا کلام برحق ہے۔ یا تو آپ کے پڑھنے میں حضوری قلب نہ تھی یا پھر اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں۔ اس صورت میں آپ صبر و رضا سے کام لیں۔ وہ آپ کو مشکل کے برداشت کرنے کی توفیق دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ میرا تجربہ ہے۔

عزیزانِ من! آپ کے حالات پڑھ کر دل کو دکھ ہوا۔ مگر اب تو اصلاح

کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اگر عورت علیحدگی اختیار کر لے تو اُسے معاشرہ میں بد معاش بد کردار لوگ جینے نہیں دیتے۔ خاوند تو وقتی طور پر کبھی تشدد کرتا ہے یا بد تمیزی کرتا ہے مگر آپ کے حالات تو عورتوں نے ہی آپ کے خاوندوں سے رومانس لڑا کر اس قدر خراب کر دیئے ہیں۔ اکثریت مردوں کی تو ہے ہی ظالم مگر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ 70 فیصدی عورتوں کو عورت ہی ناگن بن کر ڈس رہی ہے اور معاشرہ خاموشی سے تباہ ہو رہا ہے اور ان پر کوئی بھی انگلی نہیں اٹھاتا اور عورتیں بھی کھل کر اُسکے بارے میں احتجاج نہیں کرتیں۔ آپ استغفار کثرت سے کیا کریں اور صدقہ باقاعدگی سے نکالا کریں اور کھانا کھلا کے تو واضح کیا کریں۔ اس سے رزق میں بجد برکت ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں یہ احادیث شریف نہ بھولیں :

- صدقہ دو تاکہ اللہ کی رحمتیں اور نعمتیں تم پر نازل ہوں۔
- صدقہ دیا کرو، صدقہ جہنم سے نجات دلاتا ہے۔
- صدقہ اللہ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بُری موت کو دور کرتا ہے۔
- بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دو۔
- ہر ایک نیک کام صدقہ ہے۔
- خیرات مت روکو ورنہ تم سے رزق روک لیا جائے گا۔
- اچھی اور میٹھی بات بھی صدقہ ہے۔
- گناہ مٹانے والے ہیں : کھانا کھلانا اور سلام ظاہر کرنا اور شب کو

لوگوں کے سوتے میں نماز پڑھنا۔

— جب تک تم میں کسی کا دسترخوان بچھا ہے اتنی دیر فرشتے اُس پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔

— مہمان اپنا رزق لیکر آتا ہے اور کھلانے والوں کے گناہ لیکر جاتا ہے اُنکے گناہ مٹا دیتا ہے۔

— بے شک میرا اپنے کسی دینی بھائی کو ایک نوالہ کھلانا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ مسکین کو ایک روپیہ دے دوں۔

— بے شک سب کھانوں میں زیادہ پیارا اللہ عزوجل کو وہ کھانا ہے جس پر ہاتھ بہت سے ہوں (یعنی جتنے آدمی زیادہ مل کر کھائیں گے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہوگا)۔

— کسی شخص کے گھر (گئے) اور وہاں نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا تو وہ شخص (جس سے ملاقات ہوئی ہو) مُردار ہے۔

صدقہ کی سجد برکات ہیں اور اسی طرح کھانا کھلانے کی۔ میں ویسے بھی حتی المقدور صدقہ نکالتا رہتا ہوں جس کی وجہ سے کئی بلائیں نازل ہی نہیں ہوتیں۔ جب تکلیف یا کوئی مُصیبت ہو تو میں کم وقفوں سے روپے دو روپے کا صدقہ دیتا رہتا ہوں جب تک وہ مُصیبت ختم نہ ہو جائے۔ میرے پاس جو بے حد دکھی اپنا درد سُنا تے ہیں تو میں اُن کے لئے دُعا بھی کرتا رہتا ہوں اور صدقہ بھی فی سبیل اللہ اُن کے لئے اپنے پاس سے نکالنا شروع کر دیتا ہوں۔

اُس کی برکت سے اُن کی مُصیبت دُور ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کرامت کی وجہ سے ہے حالانکہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ یہ صدقہ کی اور دُعا کی برکت سے ہوتا ہے۔

مجھے کچھ پُرانی بیماریاں ہیں مثلاً 50 برس سے دمہ کا مرض، 25 برس سے Arthritis کا مرض ہے۔ شروع شروع میں یہ مجھ پر غالب آجاتے تھے۔ اب میں اُن پر ہمہ وقت غالب رہتا ہوں اور مجھے انکا احساس بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا ساتھ مجھے رہنا آگیا ہے اور ان کو میرے ساتھ رہنا آگیا ہے اور بیماری کے دوران صدقہ بھی زیادہ کر دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی کے صدقے اور باقاعدگی سے صدقہ شروع ہی سے دینے کی وجہ سے آج مجھے پورے طور پر اپنی بیماریوں پر غالب کر دیا ہے اُن کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح مجھے یاد نہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اور مجھے کوئی صاحب جاننے والے یا نہ جاننے والے ملنے آئے ہوں اُن کی میں نے چائے یا مشروب یا کھانے سے اپنی توفیق کے مُطابق تواضع نہ کی ہو اور اُس کا ثمر اللہ تعالیٰ نے مجھے یوں عطا فرمایا ہے کہ لوگوں کو میں نے تنگی رزق کا شکوہ کرتے دیکھا مگر میرے رزق میں شروع سے ہی حیرت انگیز طور پر ہمیشہ ترقی ہی ہوتی رہی اور آج بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے ان مہمانوں کی وجہ سے مجھے کبھی کمی نہیں ہونے دیتا اور اس شعر کے اسرار مجھ پہ کھلتے ہیں ۷

شکر بجا آر کہ ہمت ان تو روزی خودے خورد بر خوان تو

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک دن ایک شخص نے کہا۔

اے کلیم اللہ! رزق کی تنگی نے مجھے سخت پریشان کر رکھا ہے، عیال دار ہوں۔
 آپ میرا معاملہ بارگاہ رب العزت میں پیش کریں اور میری سفارش بھی کریں۔
 چنانچہ آپ نے اُس کا معاملہ پیش کیا۔ جواب ملا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام) اُسکے
 مقدر میں رزق ہی اتنا ہے۔ آپ نے واپسی پر اُس کو یہ بتا دیا۔ اس نے کہا۔ اچھا
 ایک اور عنایت کر دیں۔ میری طرف سے عرض کریں کہ میرے مقدر میں جتنا بھی
 رزق ہے۔ مجھے ایک دم سے عطا ہو جائے۔ اس کے ختم ہونے پر کوئی مزید درخواست
 نہیں کروں گا۔ چنانچہ آپ نے دوبارہ اُس کا معاملہ پیش کیا۔ اُس کی درخواست
 منظور ہو گئی اور موسیٰ علیہ السلام نے اس کو خوشخبری سنائی۔ اب موسیٰ علیہ السلام
 ایک عجیب منظر کئی سال تک دیکھتے رہے وہ یہ کہ جب آپ گذرتے تو خچر میں
 رزق سے لدی ہوئی اُس شخص کے گھر پر ہر روز پہلے دن سے زیادہ جارہی ہوتی۔
 آپ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ اے رب العزت آپ نے تو فلاں
 شخص کے متعلق یہ فرمایا تھا مگر وہاں تو آج تک خچر میں رزق سے لدی ہوئی
 روزانہ جارہی ہیں۔ یہ سلسلہ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام) اس شخص نے حُسن تدبیر سے تقدیر کی سختی کو
 بدل ڈالا۔ وہ یوں کہ اُس نے میرے ساتھ تجارت شروع کر دی ہے جو ملتا ہے
 کچھ پکاتا ہے، لوگوں کو کھلاتا ہے اور خود بھی مع عیال کے پیٹ بھر کے کھاتا
 ہے جو بچتا ہے وہ بھی میری راہ میں خیرات کر دیتا ہے۔ تو جتنا وہ میرے پاس
 بھیجتا ہے میں اس کو دس گنا کر کے لوٹا دیتا ہوں۔

اسی لئے بندہ ناچیز عرض کرتا ہے کہ اب آپ اجتماعی اصلاح کی فکر نہ کریں۔ نہ مولوی ہیں، نہ پیر ہیں، نہ وہ دینی درسگاہیں اور نہ ضوفگن درویشوں کی خانقاہیں۔ وہ بات نہیں رہی۔ اب مولوی، پیر الیکشن کی فکر میں یا وزیر بننے کی فکر میں یا بیرون ملک دوروں کی فکر میں رہتے ہیں۔ جو اصلی عالم ہیں وہ عارف دین بھی ہیں، اسی طرح اصلی درویش بھی۔ یہ سب خاموشی سے گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ اپنی فیملی کی اصلاح پر پورا پورا زور دیں، اس طرح آپ کی روشنی پڑوس تک پہنچ جائے گی اور ان کی ان کے پڑوس تک۔ انشاء اللہ اس طرح یہ طریقہ بہت سود مند ہوگا۔

رشوت ایک ایسا ناسور ہے کہ اب یہ لاعلاج ہو چکا ہے۔ اگرچہ ارشاد ہے: ”رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں لعنتی ہیں“ مگر آپ نے فرمایا کہ معمولی سا معمولی کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہوتا اور پھر رشوت بھی کام جن جن مرحلوں سے گزرے گا، دینی پڑتی ہے۔ Anticorruption کے محکمے نے اپنی کچھ کارروائی دکھانی ہے۔ وہ غریب مار میں ماہر ہوتے ہیں۔ معمولی اہل کاروں کو پکڑ لیتے ہیں لیکن وہاں بھی لوگ چھوٹ ہی جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں ۷

لے کے رشوت پھنس گیا ہے
دے کے رشوت چھوٹ جا!

اندریں حالات دوہی صورتیں ہیں یا تو آپ قلندر بن جائیں اس حدیث شریف کے مصداق کہ ”کسی بنی آدم کے لئے تین چیزوں سے دوسرا کوئی حق نہیں ہے اور وہ تین چیزیں یہ ہیں: اُس کے پاس گھر ہونا چاہیے جس میں وہ رہ سکے اور کپڑے ہونے چاہئیں جن کو وہ پہن کر ستر ڈھانپ سکے اور روٹی کے ٹکڑے پانی ہونا چاہیے جس سے اپنا پیٹ بھر سکے۔“ یا پھر آپ بھی ”وہ کریم ہے وہ رحیم ہے“ کا نعرہ لگاتے ہوئے خوب رشوت کھائیں اور اُوپر والوں کو کھلائیں کیونکہ رشوت کھانے والوں کو بھی اپنی خوش حالی کے بارے میں یہی کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ سب اللہ کا کرم ہے اور مَنْ چلے یہ سُن کر جواباً کہہ دیتے ہیں ”ھذا مِنْ فَضْلِ رَبِّي!“

آپ کے سوالوں کا جواب انشاء اللہ ایک فتوے سے مل جائے گا۔
یہ درج ذیل ہے :

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے اور ایمان کا بل کیسے ہوتا ہے۔ بَيِّنُوا تَوَجَّرُوا۔

۱۱ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

الجواب :
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا ماننا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مقر ہے اُسے مسلمان جانیں گے جبکہ اُسکے

کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ اور رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے اور جس کے دل میں اللہ و رسول جلّ و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو۔ اللہ و رسول کے محبوبوں سے محبت رکھے اگرچہ اپنے دشمن ہوں اور اللہ و رسول کے مخالفوں بدگوؤں سے عداوت رکھے اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں۔ جو کچھ دے اللہ کے لئے دے جو کچھ روکے اللہ کے لئے روکے۔ اُس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَالْبُغْضُ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنْعَ لِلَّهِ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ۔

واللہ تعالیٰ اعلم

عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
کتبہ

آپ جو ٹی وی پر یا آجکل نو دولتوں کی زبان سے اول فول دین کے بارے میں سنتے ہیں اُس کی طرف کان نہ دھریں۔ دل سے نفرت کریں۔ ایسی صحبت سے اجتناب کریں۔ اب وقت اور حالات کو دیکھیں۔ آپ زمانے کو ٹھیک نہیں کر سکتے۔ اس لئے آپ فٹبال بنے ہوئے ہیں اور زمانہ اپنے پاؤں سے آپ کو ٹھوکریں مار رہا ہے۔ چاند پہ کوئی تھوکتا ہے تو اُسی کے منہ پر گرتا ہے جو ہم نے بویا وہ ہم کاٹ رہے ہیں۔ اسلام جب سے آیا اُس کو ہمیشہ مسلمانوں نے ہی زیادہ نقصان پہنچایا۔ ایسے ایسے غدار پیدا کئے اور کرتے رہے اور کر رہے ہیں کہ

کسی غیر کی یا کسی دشمن کو وار کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سب کو مرنا ہے اور یہ سب کفر کی بات بکنے والے اپنے انجام کو انشاء اللہ پہنچیں گے۔ عورتوں کے حقوق کی علمبردار کے اندرونی حالات جا کر دیکھیں۔ اُن کے گھر پانی پت کے میدان بنے رہتے ہیں اور انسانی حقوق کے علمبردار کی ذاتی زندگی میں جھانک کر دیکھیں کہ اپنے گھر میں بیوی اور بچوں سے کتنا ظالمانہ برتاؤ ہے۔ بس اوروں کو نصیحت خود میاں فضیحت۔ دین کو بُرا کہنا ایک فیشن بن چکا ہے۔ یہ گمراہ طبقہ اس کو ماڈرن ازم سمجھتا ہے اور یہ کہ اس سے اُن کی لوگوں میں واہ واہ ہوگی۔ سوشل تقاریب میں اُن کو بلایا جائے گا۔ یہ سب اُن کی ذات کے ساتھ ہے۔ آپ کو اس سے کیا اور آپ کیا کر سکتے ہیں جب مولوی اور پیر ہی دنیاوی جاہ و اقتدار کی خاطر بک چکے ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ بڑے بڑے تقاریر کرنے والے یا کرنے والیاں اور دین اسلام کی توہین کرنے والے یا والیاں کوئی بھی موت سے بچ نہیں سکتا اور نہ بچ سکا ہے اور جن جن کو بھی موت آئی اُن میں سے کسی ایک کے بارے میں ہم نے یہ نہیں سنا کہ اُنہوں نے T.V. والی آواز میں کڑک کر عزرائیل علیہ السلام کو کہا ہو کہ چونکہ ہم اسلام کو نہیں مانتے اور نہ ہی اسلام والے خدا کو مانتے ہیں اس لئے ہم اُسکے موت کے قانون کو بھی نہیں مانتے۔ یہ ظالمانہ اور وحشیانہ ہے لہذا ہم نہیں مرتے جو کرنا ہے کر لو! ہم حقوق انسانی کی تنظیم کو اس کے بارے میں لکھ رہے ہیں۔ ساری عقلیں دھری دھرائی رہ جاتی ہیں۔ ساری ہمتیں اُس وقت پست

ہو جاتی ہیں۔ آنکھیں بے نور ہو جاتی ہیں۔ زبان اور لب بے حرکت ہو جاتے ہیں۔ دل میں حسرت و یاس نے ڈیرے ڈالے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ بُدھو انسان اُس وقت پچھتاوا کرتا ہے مگر وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ اُسکو غسل و کفن دیکر ایک تاریک گھرے میں جس کو قبر کہتے ہیں اُس کے پیار کرنے والے اُس کو اُس میں پھینک آتے ہیں اور سچھے مُڑ کر بھی نہیں دیکھتے۔ تو جب انسان اتنا کمزور ہے تو پرانی شہ پر اپنی مونچھ کیوں مُنڈواتا ہے اپنی اوقات پر کیوں نہیں رہتا۔ شیطان اور نفس کی غلامی کیوں کرتا ہے؟

اب آخر میں آپ میں سے بیشتر کے شکوہ کا جواب عرض کر رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میں ملاقات کیوں نہیں کرتا۔

ایک وقت تھا میں سالوں مخلوق کے اندر بیٹھا اور اس خدمتِ خلق کے شروع کرنے سے پہلے میں نے واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ میرے پاس کوئی کوٹھی کاروالا یا صاحبِ حیثیت آنے کی تکلیف نہ کرے نہ کوئی نذرانہ شکرانہ یا تحفہ دینے کی کوشش کرے۔ یہ فیضانِ روحانی صرف اور صرف غریب لوگوں کے لئے ہے۔ چنانچہ ایسا ہی تھا۔ میں نے اس پر پوری پوری طرح عمل کیا اور ہر قسم کے دباؤ کے خلاف جہاد کیا۔ میں نے انہیں دیکھا، انہوں نے مجھے دیکھا، صحبت اٹھائی اور خوب فیضانِ روحانی حاصل کیا۔ مجھے یاد نہیں کہ کسی ایک طالب کا بھی ذکر قلبی جاری نہ ہوا ہو۔ اکثر کو اُس کے ساتھ جذب و

کیف و مستی بھی عطا ہوئے۔

چنانچہ چند سال کے بعد جو کسی قابل ہوئے انہیں اجازت دیدی کہ اب آپ اپنی رُو حانی قوت سے لوگوں کے باطن کو صاف کریں اور اس طرح رُبُّ العزّت کی بارگاہ سے انعام کے مستحق ہوں اور ترقی درجاتِ باطنی سے نوازے جائیں۔ اُس کے بعد میں نے امیروں کو بھی ملنے کی اجازت دی اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اُن میں بظاہر تو زرق برق لباس میں ہیں مگر اُن کے دلوں میں ایمان کے موتی ہیں۔ اُن سب پہ مجھے بہت ہی تھوڑی محنت کرنا پڑی اور وہ تو مست و الست ہو جاتے اور ذکر بھی عجیب مستی میں کرتے۔ پھر مجھے ندامت ہوئی کہ میں نے اس گروہ پر بہت زیادتی کی۔ غریبوں پر دل و جان سے شب و روز محنت کی مگر تھر تھوڑا ملا۔ اُن کے اپنے مسائل بے شمار ہیں۔ پھر جاہلیت بھی ہے۔ ایک دوسرے سے عناد، دشمنی اور بغض و حسد رکھتے ہیں۔ غرضیکہ اُنکے مسائل ایسے تھے کہ وہ اُن سے ہی نکل نہیں پاتے تھے۔ اُن کے خیال میں کسی فقیر کے پاس پہنچتے ہی دولت برسنے لگ جائے گی۔ خوشحال ہو جائیں گے۔ بہر حال میں نے اپنی توفیق کے مطابق بشمار لوگوں کی مالی امداد بھی کی اور انہیں روزگار بھی دلانے مگر میرے کہنے پر بھی وہ اپنے بچوں کو تعلیم دینے پر مائل نہ تھے۔ انہوں نے اپنے بارہ / چودہ سال کے لڑکوں کو بھی کارخانوں میں ملازم کروایا ہوا تھا۔

جب میں نے خوشحال طبقے پہ محنت کی تو معلوم ہوا یہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ تعلیم یافتہ ہیں۔ ایک دوسرے سے بغض نہیں رکھتے اور ذکر و فکر صدق

دل سے کرتے ہیں۔

اتنے میں گرامی قدر بیگم راشدہ صدیقی صاحبہ المعروفہ رابعہ ثانی نے منازل میں کافی ترقی کر لی تھی (اور اس دور میں میرے لئے یہ ثبوت ہیں کہ راہ طریقت میں بھی خواتین مردوں سے زیادہ بلند مرتبہ حاصل کر سکتی ہیں) اس بندہ عاجز نے ان کی صلاحیتوں اور کمالاتِ روحانی کو دیکھتے ہوئے تمام امور ان کے سپرد کر دیئے ہیں۔ اب کئی سالوں سے کوئی سائل ہو تو وہی ملتی ہیں اور اور اُس کی راہنمائی کرتی ہیں۔ اتنے سالوں میں مجھے کسی سے کسی تشنگی کی شکایت موصول نہیں ہوئی۔ الحمد للہ۔ اب وہ اپنی نظر فیض اثر سے جو نہی کسی طالب کے قلب پہ تصرف فرماتی ہیں تو ذکرِ قلبی جاری ہو جاتا ہے مگر اُن میں اور مجھ میں فرق یہ ہے کہ میں نے کبھی بھی کسی سے یہ نہیں پوچھا کہ نماز بھی پڑھتے ہو، یا روزے وغیرہ رکھتے ہو۔ بالفاظِ دیگر کسی طرح بھی اُن کو پرکھا نہیں۔ سائل نے سوال کیا۔ بندہ نے ربُّ العزت کی بارگاہ سے کرم مانگا اور اُسی گھڑی کرم کی ایسی بارش ہوئی کہ طالبِ مست والست ہو کر ذکر کرنے لگ جاتا۔ اب میں سمجھتا ہوں یہ کوئی اچھا طریقہ نہیں تھا۔ بہر حال محترمہ رابعہ ثانی اس معاملہ میں خاصی سخت ہیں اور طالب کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لیتی ہیں۔ وہ اس شعر پر عمل کرتی ہیں

فقیروں کی جھولی میں رہتا ہے سب کچھ
بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

اس سے میں نے دیکھا کہ وہ اپنے حلقہٴ ارادت میں سخت ڈسپلن رکھتی ہیں۔

لیکن کئی سالوں سے مجھے بار بار لکھا جاتا ہے یا میرے محبتوں اور عقیدتمندوں سے ملاقات کے لئے (خواہ چند منٹ ہی ہوں) بے حد زور ڈلوایا جاتا ہے۔ میں اب تک معذرت ہی کرتا رہتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔

بے مقصد ملاقات تَضِیعِ اوقات ہے اور دل کی حالت کو خراب کرنا ہے جب دو شخص ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو یا تو ایک کو دوسرے سے فائدہ ہوتا ہے یا دونوں کو ایک دوسرے سے فائدہ ہوتا ہے لیکن اکثر اوقات دونوں کو ایک دوسرے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ایسی صورت میں تو دونوں کو ایک دوسرے کو دُور سے ہی دیکھ کر راستہ بدل دینا چاہیے۔

ہم جنس کا ملنا ہی مناسب ہے۔ جو چیز دنیا والے درویشوں سے مانگتے ہیں وہ اُن کے پاس نہیں اور جو درویشوں کے پاس ہے اُس کے دُنیا دار طلبگار نہیں۔ درویش تو اللہ کے راستے والے اور اُس پر چلانے والے ہوتے ہیں اور اُس راہ پر ہلکا پھلکا ہو کر چلنا پڑتا ہے۔ جب اُس کے مال و دولت میں زیاں ہونے لگ جاتا ہے تو پھر وہ فقیر کو بے کرامت اور بے فیض سمجھے گا۔ جب درویش اور دُنیا دار دونوں کی راہیں جدا ہیں تو پھر ملاقات کیسے ممکن ہو۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے لئے ناجنس ہیں۔

مجھے دُنیا والوں سے ملنے کی خواہش تو جب ہوگی جب میری کوئی ضروریات ہوں گی۔ الحمد للہ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں کسی سے نذرانہ، شکرانہ یا وظیفہ یا ہدیہ یا تحفہ قبول نہیں کرتا اگر کوئی تبرک لاتا ہے تو کھجور تسبیح تک تو ٹھیک ہے

مگر مصلے اور قیمتی چیزیں یہ کہہ کر واپس کر دیتا ہوں کہ یہ بھی سرکاری رشوت ہے میں لینے سے معذور ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ضرورت کے مطابق معقول آمدنی عطا کرتا ہے۔ اس میں سے میں ایک حصہ اپنے گھر بلیو اخراجات وغیرہ کے لئے نکالتا ہوں، ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا ہوتا ہے۔ اس میں فلاحی کاموں کے لئے چندہ، خیرات اور صدقات (صدقات کے لئے زیادہ حصہ رکھتا ہوں)۔ تیسرا حصہ اس میں اپنے عزیز و اقارب کا حصہ ہے۔ چوتھا حصہ فقراء کے عرس اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیع الاول کے ختم اور پانچواں حصہ شادی بیاہ یا دوسری اس قسم کی (صرف ضروری) تقریبات کے لئے۔ اس طرح ہر ماہ حساباً برابر ہو جاتا ہے۔

اللہ کے فضل سے کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آتی اور نہ ہی کسی کا ایک پیسے کا مقروض ہوں۔ یہ اُس کی کریمی ہے۔ اسی لئے میں اپنی مثال دے کر اپنے مسلمان بھائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ انفرادی طور پر ہی اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق زندگی گزارو اور پھر اُس کے کرم کے تماشے دیکھو۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ

عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ط آمین ثم آمین

